☆ حافظ افتخار احمد

کتب اسماء الرجال - ایک تعارف

محدثین نے اسماء الرجال اور ان کی تاریخ کے بارے میں متعدد کتب تصنیف کی ہیں۔ ان کتب کی تالیف سے ان کا اصل مقصد رسول اکرم ﷺ کی حدیث / سنتِ مطہرہ کی خدمت کرنا اور اس کو کذب و افتراء سے محفوظ کرنا ہے اور ایسا صرف اسی وقت ممکن تھا جب حدیث کے جملہ راویوں کے اسماء گرامی کو احاطہ تحریر میں لا کر ان کی پوری زندگی کے بارے میں تفصیل سے کلام کیا جاتا اور خاص طور پر ان کی زندگی کا وہ پہلو جو راوی کی جرح و تعدیل سے متعلق تھا۔

علماء کرام نے مذکورہ بالا فن میں جو خدمات جلیلہ سرانجام دیں ان کا مقصد جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے صرف حدیث کے راویوں کے حالات سے مکمل آگاہی تھا تاکہ قوی اور ضعیف میں فرق و تمیز ہو سکے اور سچے اور جھوٹے کے بارے میں پوری معلومات حاصل ہو سکیں۔ اس کام کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ جب دشمنان اسلام اعلانیہ طور پر اسلام کے مقابلے میں عاجز آ گئے، تو انہوں نے اس کے خلاف خفیہ سازشیں شروع کیں تاکہ اسے نقصان پہنچا سکیں اور اس کے لئے انہوں نے جھوٹ کی نسبت حضور اکرم ﷺ کی طرف کرنے کے کام کا آغاز کیا اور بعض بے دین اور حاسدین نے جعلی حدیثوں کو گھڑنا شروع کیا تو اس خطرے کو محسوس کرتے ہوئے علماء نے بروقت اس کا تدارک کیا اور فنِ اسماء الرجال پر کتب تحریر کیں۔ وضع حدیث کے اس مکروہ دھندے میں ملوث لوگوں کے عزائم کو بروقت بے نقاب کیا۔ ان کی اُن قبیح حرکتوں سے لوگوں کو آگاہ کیا تاکہ سادہ لوح مسلمان ان جعلی حدیثوں سے اجتناب کریں۔ اور دوسری طرف ان کے بعض سرغنے کو اس مکروہ کاروبار کی وجہ سے اپنی حیات مستعار میں سے ہاتھ دھو بیٹھے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے مکروہ فریب سمیت دنیا سے چلتا کیا اور اپنے نیک بندوں کے ہاتھوں اپنے دین متین کی حفاظت کا انتظام کیا۔

اسماء الرجال کے فن کو باضابطہ اور سہل المأخذ بنانے کے لئے طبقات الرجال کے فن کا ظہور ہوا۔ علوم الحدیث میں طبقات کے مفہوم کو محدود کر کے زیادہ صحت کو مدنظر رکھا گیا ہے اور اس کا مطلب یہ لیا گیا ہے کہ کسی ایک طبقے میں وہ لوگ شامل ہیں جنہوں نے احادیث ان اشخاص سے سنی ہیں جو ان سے پہلے طبقے میں تھے اور بعد والوں تک پہنچایا ہو۔

☆ لیکچرر شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

اسماء الرجال کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص جس سے روایت بیان کر رہا ہے اس سے کبھی ملا بھی ہے یا نہیں؟ اور اگر نہیں ملا تو یا جھوٹ بول رہا ہے یا ارسال کر رہا ہے۔(۱)

اس فن کے ذریعے ہر راوی کے بیان کردہ سلسلہ سند کے بارے میں تحقیق کی جاتی ہے۔ کسی راوی کی کوئی روایت محض اس کی بزرگی، جلالت، شان اور بلندی مرتبہ کی بنا پر ہرگز قبول نہیں کی جاتی۔ حماد بن زید فرماتے ہیں، کذابین کے خلاف کوئی چیز اتنی مفید نہیں جتنی تاریخ۔ اس راوی سے جب اس کے استاد کا سن وفات دریافت کیا جائے اور وہ درست بتا دے اسکے بعد اس کے استاد (جس سے وہ روایت سن کر آگے بیان کر رہا ہے) کا سن وفات بھی معلوم ہو تو اس کا سچ، جھوٹ پہچاننا بہت آسان ہے۔

اسماعیل بن عیاش (م ۱۸۱ یا ۱۸۲ھ)(۲) نے ایک شخص سے امتحاناً پوچھا: تم نے خالد بن معدان (۳) سے کس سن میں حدیث سنی؟ اس نے جواب دیا: سنہ ۱۱۳ھ میں۔ اس پر انہوں نے کہا: اچھا تو آپ کا کہنا ہے کہ آپ نے ان کے مرنے کے سات سال بعد ان سے حدیث سنی؟

ابو بکر احمد بن علی الخطیب بغدادی (م ۴۶۲ھ-۱۰۷۰م) (۴) نے عبدالمالک بن حبیب (م ۲۳۸ھ-۸۵۳م) (۵) کو مالک بن انس (م ۱۷۹ھ-۷۹۵م) (۶) سے روایت کرنے والوں میں شمار کیا ہے۔ (۷) حالانکہ امام مالک کی وفات کے وقت انکی عمر صرف پانچ سال تھی اور وہ اندلس کے شہر ''البیرہ'' میں تھے۔ (۸)

صحیح مسلم کے مقدمے میں ہے کہ معلّٰی بن عرفان نے کہا کہ ابو وائل شقیق بن سلمہ نے مجھ سے بیان کرتے ہوئے کہا: ''صفین میں ابن مسعود ہمارے مقابلے میں آئے''۔ اس پر ابونعیم الفضل بن دکین نے جو معلّٰی سے روایت کرتے ہیں کہا کہ: کیا آپ کا خیال ہے کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوئے؟ (۹) کیونکہ ابن مسعود حضرت عثمان کی شہادت سے تین سال پہلے ۳۲ یا ۳۳ھ میں فوت ہوئے اور جنگِ صفین اس کے دو سال بعد حضرت علی کرم اللہ وجہ کے دور خلافت میں ہوئی۔ اس لئے یہ ممکن نہیں کہ ابن مسعود صفین میں ان کے مقابل آئے ہوں۔

علامہ سخاوی نے اس طرح کے متعدد واقعات ذکر کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فن اسماء الرجال کے ذریعے کس طرح راویوں کے دجل یا سوء حفظ یا تدلیس کی نشان دہی ہوتی ہے''۔ (۱۰)

علم اسماء الرجال کے ذریعے ان غلطیوں کا بھی پتہ چل جاتا ہے جو متشابہ ناموں کے سلسلے میں سرزد ہو جاتی ہے۔ کہ جس کی وجہ سے ایک آدمی کی بات دوسرے کی ذمے ڈال دی جاتی ہے۔ جب کہ دونوں راویوں (آدمیوں) ہی سے ہر ایک کی پیدائش دوسری کی وفات کے بعد ہو۔ مثلاً: احمد بن نصر

بن زیاد الصمدانی جنہوں نے ۳۱۷ھ-۹۲۹ء میں وفات پائی بیشتر مصنفین کو وہم ہوتا ہے کہ وہ احمد بن نصر الہ آبادی ہیں۔ جن کی وفات ۴۰۲-۱۰۱۱ء میں ہوئی۔ اس قسم کی روایت سے مثالیں اس فن میں ملتی ہیں (۱۱)

اس فن کے ذریعے جعلی تحریروں کا بھی پتہ چل جاتا ہے۔ اور یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ جس شخص کی طرف کوئی تحریر منسوب کی جارہی ہے آیا یہ اس کی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ بعض یہودیوں نے ۴۴۷ھ/۱۰۵۵ام میں القائم بامراللہ (۴۲۲ھ-۱۰۳۱-۱۰۷۴ء) کے وزیر ابوالقاسم علی بن الحسن (۴۵۰ھ-۱۰۵۸ء) کی خدمت میں ایک خط پیش کیا اور دعویٰ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا خط ہے جس میں آپ نے اہل خیبر کو جزیے کی معافی دی تھی۔ اس پر صحابہ کرام کی شہادت تھی۔ اور یہودیوں کا کہنا تھا کہ یہ حضرت علیؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ وزیر نے یہ خط تحقیق کے لئے خطیب بغدادی کے سامنے رکھ دیا۔ انہوں نے غور سے دیکھنے کے بعد کہا کہ یہ جعلی ہے کیونکہ اس میں ایک شہادت امیر معاویہ کی ہے جو ۸ھ-۶۲۹م میں فتح مکہ کے دن اسلام لائے جبکہ خیبر ھ-۶۲۸ء میں فتح ہوا۔ اور دوسری شہادت حضرت سعد بن معاذ کی ہے جو فتح خیبر سے دو سال پہلے بنو قریظہ سے لڑائی کے دوران فوت ہو گئے تھے (۱۲)

تاریخ اور اسماالرجال کا باہمی تعلق:

تاریخ کا لغوی معنی ہے: وقت بتانا (۱۳) ابو منصور الجوالیقی نے لکھا ہے: تاریخ کا لفظ خالص عربی نہیں بلکہ مسلمانوں نے اہل کتاب سے لیا ہے (۱۴)

اصطلاح میں تاریخ سے مراد ہے وقت بتا کر احوال و واقعات کو متعین کرنا۔ تاریخ کا دائرہ کار بہت وسیع ہے۔ ابتداء آفرینش کی حکایت، انبیاء کے واقعات، گذشتہ اقوام کی سرگشت، مختلف اہم واقعات وحوادث، مصائب وآفات، امور مملکت کے تذکرے، خلفاء و وزراء کے حالات، جنگیں اور ملک وحکومت کا ایک سے دوسرے کی منتقل ہونے کے واقعات، رفاہ عامہ نیز رواۃ اور ائمہ کے حالاتِ زندگی، ان کی ولادت و وفات، صحت وعقل، حفظ وضبط، ثقاہت واتقان اور طلب علم کے لئے سفر وغیرہ ان تمام امور کا تعلق تاریخ سے ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس فن میں سارے زمانے کے واقعات سے بحث کی جاتی ہے ان کی تجدید اور وقت کا باہم تعلق قائم کیا جاتا ہے اور یہ بتایا جاتا ہے کہ دنیا میں کب، کیا اور کیسے ہوا؟ تاریخ کا موضوع انسان اور زمان ہے۔ یعنی زمانے کی نسبت سے انسان کے احوال کی معرفت (۱۵)

یہ بات یاد رہے کہ علم اسماء الرجال کا دوسرا نام علم طبقات بھی ہے۔

علامہ سخاوی نے علم تاریخ اور اسماء الرجال (علم طبقات) کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے:

''میرے نزدیک دونوں میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ رواۃ کے حالات بیان کرنا دونوں کا مشترکہ وظیفہ ہے لیکن دیگر حوادث ووقائع سے صرف تاریخ بحث کرتی ہے اور علم طبقات کا وظیفہ متعین کیا جاتا ہے، جو تاریخ کا وظیفہ نہیں ہے۔ مثلاً شرکائے بدر میں سے جس کی وفات اس شخص کے بعد ہوئی جو بدر میں شریک نہ تھا اگرچہ وہ وفات کے لحاظ سے متأخر ہے لیکن طبقہ کے لحاظ سے مقدم ہے'' (۱۶)

طبقات نگاری کے طریقے:

ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی نے لکھا ہے کہ طبقات نگاری میں بالعموم چار طریقے اختیار کر لئے گئے:

۱۔ پہلا انداز جو طبقات نگاری کا حقیقی انداز ہے اور طبقات کے لغوی مفہوم سے مطابقت رکھتا ہے یہ تھا کہ نسلوں کے اعتبار سے طبقات کی تعیین کی جائے۔ جیسا کہ طبقات ابن سعد میں یہی اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

۲۔ لیکن نسلوں کے اعتبار سے طبقات میں ترتیب عملاً دشوار تھی اور جلدی سے کسی شخص کے حالات تلاش کرنے میں دقت پیش آئی تھی لہذا اس ترتیب کو باقاعدہ بنانے کے لئے یکساں طوالت کے زمانوں کو یکجا کر دیا گیا اور ہر زمانے کے اندر ایک ترتیب اختیار کی جاتی تھی جو عموماً حروف ہجاء کے مطابق ہوتی۔ اس میں بعض تالیفات میں صدیوں کا حساب رکھا گیا ہے جیسا کہ ابوعبدالرحمٰن محمد بن حسین السلمی (م۴۱۲ھ-۱۰۲۱م) (۱۷) کی طبقات الصوفیہ (۱۸) اور بعض تالیفات میں صدیوں کی بجائے بیس بیس سال کی مدت لی گئی ہے جیسے کہ تقی الدین بن قاضی شہید (۱۹) (م ۸۵۱ھ-۱۴۴۸ء) کی طبقات الشافعیہ (۲۰) میں'' (۲۱)۔

۳۔ بعض تالیفات میں طبقات کا تعین وفیات سے کیا گیا ہے اور اس وجہ سے بسا اوقات یہ ہوتا جارہا ہے کہ ایک شخص ایک طبقہ میں شامل دوسرے لوگوں کے درجہ کا نہیں ہے لیکن اسکی وفات اس طبقہ کے لوگوں میں ہوگئی ہے اس لئے وہ اس طبقہ میں شامل سمجھا جاتا ہے۔ اس کی مثال تاج الدین عبدالوھاب ابن السبکی (م ۷۷۱ھ-۱۳۷۰م) (۲۲) کی طبقات الشافعیہ ہے۔

۴۔ مذکورہ تینوں اسالیب کی کتب طبقات سے استفادہ میں دقت پیش آتی تھی چنانچہ اس سے بچنے کے لئے طبقاتی کتب کو حروف معجم کی ترتیب پر مدون کیا جانے لگا۔ یہ طریقہ متأخرین میں مقبول ہوا اگرچہ یہ طبقہ کے صحیح مفہوم سے بہت بعید تھا۔ اس کا اظہار کتاب کے نام میں کوئی اضافہ کر کے کیا جاتا تھا۔ اس انداز کی قدیم ترین تصنیف غالباً عثمان بن سعید الدانی (م۴۴۴ھ-۱۰۵۲م) (۲۳) کی تالیف: تاریخ طبقات القراء (۲۴) ہے۔ اس انداز پر

بعد میں بکثرت کتابیں لکھی گئیں ۔ (۲۵)

ذھبی نے تاریخ کی چالیس اصناف درج کی ہیں ۔ علامہ سخاوی نے ان کی فہرست دینے کے بعد ان میں سے ستائیس اصناف پر لکھی گئی کتابوں کا تذکرہ کیا ہے (۲۶) لیکن ان میں نہ تو استقصاء ملحوظ رکھا گیا ہے اور نہ ہی اصناف کتب کی الگ الگ داخلی درجہ بندی کی گئی ہے بلکہ سوانح، عام تاریخ، رجال، طبقات اور بلدان وغیرہ پر لکھی گئی کتابوں کا اس انداز سے ذکر کیا گیا ہے کہ نہ تو کوئی ترتیب ملحوظ رکھی ہے اور نہ ہی مصنفین اور تالیفات کے ناموں کی تعین کا التزام کیا ہے، بلکہ کہیں صرف مصنفین کے ناموں کی فہرست ہے اور کہیں صرف کتابوں کے نام ہیں: ذیل میں کتب اسماء الرجال کا تعارف پیش کرتے ہیں ۔

ان مشہور اقسام کتب خاص طور پر مطبوعہ کتب سے ہی استفادہ آسان اور ممکن ہوتا ہے اس کے بعد ان اہم کتب کا مختصر تعارف پیش کیا جائے گا اور ان کی اہمیت اور ان کے طریق کار کے بارے میں بتایا جائے گا ۔

اسماء الرجال کی کتب:

۱) صحابہ کرام کیلئے: کتب معرفۃ صحابہ ۔

۲) طبقات کیلئے: مختلف طبقات پر تعارف مثلاً تابعین، تبع تابعین ۔

۳) عام رُواۃ کیلئے (رواۃ) ۔

۴) خاص کتب کے رواۃ ۔

۵) ثقہ رواۃ کی کتب ۔

۶) ضعیف رواۃ کی کتب ۔

خاص شہروں کے نام کے رجال پر کتب ۔

معرفت صحابہ کی کتب:

اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرامؓ کے حالات کے بارے میں کتب تحریر کرنا کئی وجوہ سے اہم ہے لیکن ان میں سے سب سے زیادہ اہم فائدہ ان حدیثوں کی معرفت ہے کہ ان میں مرسل کونسی ہے اور مرفوع کونسی ہے کیونکہ جو شخص حدیث کی سند کے آخری راوی کی نسبت اتنا بھی علم نہیں رکھتا کہ وہ صحابی یا تابعی ہے تو ظاہر ہے کہ ایسا آدمی حدیث مرسل اور مرفوع کی معرفت سے یقیناً عاجز ہوگا ۔

خالصۃً حالات صحابہ پر تالیفات:

۱) ''الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب'': یہ کتاب علامہ ابن عبدالبر القرطبی (۲۷)

(۴۶۳-ھ) کی تالیف ہے۔صحابہ کرامؓ کے حالات سے واقفیت حاصل کرنے کیلئے یہ کتاب بے حد مفید ہے۔اس کتاب کے مؤلف نے مشاجرات صحابہ کو ذکر کر کے اپنی کتاب کی افادیت کم کر دی ہے اور یہ خیال کر کے کہ اس نے تمام صحابہ کرامؓ کے نام ذکر کر دیئے ہیں۔اس کا نام ''الاستیعاب'' رکھا حالانکہ صحابہ کرامؓ کی ایک کثیر تعداد اس میں درج ہونے سے چھوٹ گئی ہے۔

۱) اس میں ذکر کیے گئے صحابہ کرامؓ کی تعداد تین ہزار پانچ سو ہے (۳۵۰۰)

۲) اور یہ کتاب حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کی گئی ہے لیکن اس سلسلے میں نام کے صرف پہلے حرف کا اعتبار کیا گیا ہے

۳) نام کے بعد پھر ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو نام کی بجائے اپنی کنیت سے مشہور تھے اور ان کو بھی حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے۔

۴) پھر صحابیات کے نام ذکر کئے گئے ہیں۔

۵) آخر میں ان عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اپنی کنیت سے مشہور تھیں۔(۲۸)

ب: ''اسد الغابة في معرفة الصحابة'': تالیف: عزالدین أبوالحسن علی محمد بن الأثیر الجزری (۶۳۵ھ) (۲۹) نے صحابہ کرامؓ کے ناموں کو جمع کرنے اور ان کی تحقیق و ترتیب میں بہت محنت کی ہے۔ یہ کتاب سات ہزار پانچ سو چون (۷۵۵۴) اسمائے گرامی پر مشتمل ہے۔اس کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دینے میں ہر نام کے پہلے دوسرے اور تیسرے حرف کو مدنظر رکھا گیا ہے۔اور یہی ترتیب صحابہ کرام کے آباؤ اجداد اور قبائل کے بارے میں ملحوظ خاطر رکھی گئی ہے۔اس کے بعد ان کی کنیتوں کا ذکر کیا گیا اور آخر میں صحابیات کے اسماء گرامی ہیں اس ترتیب کو خود مؤلف نے اپنی کتاب کے مقدمے میں بیان کیا ہے۔(۳۰)

ابن اثیر سے پہلے جن مشہور لوگوں نے صحابہ کرامؓ کے بارے میں کتب تالیف کی ہیں ابن اثیر نے ان میں سے چار علماء کرام کا حوالہ مندرجہ ذیل ''اشارات'' (رموز) کی شکل میں دیا ہے تاکہ قاری اس پر مطلع رہے کہ ان صحابہ کرامؓ کے نام ''اسد الغابة'' کے علاوہ دیگر کتب متقدمہ میں بھی موجود ہیں اور وہ چار رموز یہ ہیں:

۱- (د) لأبن منده، أبوعبدالله محمد بن یحیٰ (۳۱۰-۳۹۵ھ) (۳۱)

۲- (ع) لأبی نعیم، احمد بن عبدالله اصفہانی (۴۳۰ھ) (۳۲)

۳- (ب) لأبن عبدالبر، أبوعمر یوسف بن عبدالله القرطبی (۴۱۳ھ) (۳۳)

۴- (س) لأبی موسیٰ، محمد بن عمر المدینی (۵۸۱ھ) (۳۴)

ابن اثیر نے ہر صحابی کے حالاتِ زندگی لکھنے کے بعد مذکورہ بالا چار مؤلفین میں سے جس نے بھی اس صحابی کا نام اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے اس کے نام بھی احتیاطً دے دیئے ہیں کہ اگر مذکورہ بالا ''رموز'' کہیں غلطی سے چھوٹ بھی جائیں تو قاری کو اس مؤلف کا پورا نام یاد رہے۔ (۳۵)

ج ''الاصابة فی تمییز الصحابة'' (۳۶): تالیف: حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) (۳۷)، صحابہ کرامؓ کے اسماء کے بارے میں لکھی جانے والی یہ سب سے جامع کتاب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن حجر سے پہلے جو کتابیں اس موضوع پر لکھی گئی تھیں۔ مؤلف نے ان تمام کا مطالعہ کیا اور ان سے استفادہ کیا ان کی تہذیب و ترتیب کی اور مشکوک ناموں سے اجتناب کیا اور حدیث کی اسناد میں جہاں مناسب ہوا وہاں ان پر مناسب اضافے بھی کئے ہیں تو اس طرح اپنے موضوع پر ایک جامع تالیف ہے۔

ابن اثیر کی طرح ابن حجرؒ نے بھی اپنی اس کتاب کی ترتیب میں حروف تہجی کا اعتبار کیا ہے وہ اس طرح کہ سب سے پہلے صحابہ کرامؓ کے نام پھر ان کی کنیتیں پھر صحابیات کے اسمائے گرامی اور ان کی کنیتوں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اس سلسلے میں ان کی اپنی نئی ترتیب ہے اور انہوں نے ہر حرف کو مندرجہ ذیل چار اقسام پر تقسیم کیا ہے:

۱۔ پہلی قسم میں ان حضرات کے نام ذکر کئے ہیں جنہوں نے حضور اکرم ﷺ سے کوئی حدیث روایت کی ہو یا کسی بھی طریقہ سے ان کی حضور اکرم ﷺ سے صحبت (ملاقات) ثابت ہوتی ہو۔

۲۔ دوسری قسم میں صحابہ کرامؓ کے ان بچوں کے نام ذکر کئے ہیں جو آپ کی زندگی میں پیدا تو ہوئے لیکن شعور کی عمر کو ابھی نہیں پہنچے تھے۔

۳۔ تیسری قسم میں ان حضرات کے نام ذکر کئے ہیں جن کو ابن حجر سے پہلے مؤلفین نے ذکر کیا ہے جنہیں ''مخضرمین'' کہا جاتا ہے (ایسے لوگ جنہوں نے دورِ جاہلیت اور اسلام دونوں پائے) لیکن ان کے بارے میں اس بات کی کوئی یقینی شہادت نہیں پائی جاتی کہ یہ لوگ حضور اکرم ﷺ سے ملے تھے یا آپ کی زیارت کی تھی ایسے تمام لوگ بالاتفاق صحابی نہیں ہیں اور ایسے لوگوں کا ذکر محض ان صحابہ کرامؓ کے زمانے میں ہونے کی بناء پر کیا گیا ہے۔

۴۔ اس قسم میں ان حضرات کے نام ہیں جن کو اس فن کی پہلی کتب میں وہم یا غلطی کی بناء پر صحابہ کرامؓ کے زمرے میں شامل کر لیا گیا تھا ابنِ حجر نے ان متقدمین کی اس غلط فہمی اور وہم کی وجہ بھی بیان کی ہے۔ (۳۸)

اس کتاب میں جن حضرات کے اسمائے گرامی ذکر کیے گئے ہیں ان کی تعداد بارہ ہزار دو سو ستاسٹھ ہے جن کی ترتیب حسب ذیل ہے:

۱-	آدمیوں میں سے جو اپنے ناموں سے مشہور ہیں ان کی تعداد	۹۴۷۷ ہے۔	
۲-	جو حضرات اپنی کنیت سے مشہور ہیں ان کی تعداد	۱۲۶۰۸ ہے	
۳-	جن صحابیات کے ناموں اور کنیتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کی تعداد	۱۵۲۲ ہے	
	کل تعداد	۱۲۲۶۷	

۲- کتب طبقات:

اس قسم کی کتابیں صدر اسلام سے لے کر مؤلف کے زمانے تک کے شیوخ کے حالاتِ زندگی کے بارے میں ہوتی ہیں جس میں ترتیب زمانی کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ ان میں سے بعض تو عام آدمیوں کے طبقات کے بارے میں اور بعض خاص طبقات کے بارے میں ہوتی ہیں۔ جیسے علامہ ذہبی کی کتاب ''طبقات الحفاظ، اور ابوعمر دانی کی کتاب ''طبقات القراء اور علامہ تاج الدین السبکی کی کتاب ''طبقات الشافعیہ'' وغیرہ۔ ذیل میں ہم پہلے عام آدمیوں کے طبقات اور پھر رجالِ حدیث کے طبقات کی مشہور کتب کا تعارف کرائیں گے کیونکہ یہ چیزیں محقق کے لئے حدیث اور اس کے رواۃ کی تحقیق کے میدان میں زیادہ مفید ہیں۔

۱- الطبقات الکبریٰ: تالیف، اُبو عبداللہ محمد بن سعد (۲۳۰ھ) (۳۹)۔ اس کتاب میں مؤلف نے صحابہ کرامؓ اور تابعین اور اس کے بعد اپنے زمانے کے آدمیوں کے حالاتِ زندگی بڑے خوبصورت انداز میں جمع کیے ہیں۔ اس کی ترتیب حسبِ ذیل ہے:

۱۔ پہلی دو جلدیں حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ پر مشتمل ہیں۔

پہلی جلد حضور ﷺ کی پیدائش سے فتح مکہ تک اور دوسری جلد میں حضور اکرم ﷺ کے غزوات، مرض اور وفات کا ذکر ہے۔ نیز جو حضرات مدینہ میں مفتی کے فرائض سرانجام دیتے تھے ان کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کو جمع کرنے والے صحابہ کرامؓ خواہ ان کا تعلق حضور ﷺ کے دور کے ساتھ ہو یا آپ کے بعد کے دور کے ساتھ ہو اور آخر میں صحابہ کرامؓ کے بعد مفتیاں مدینہ کا تذکرہ ہے۔

۳- تیسری جلد ان مہاجرین و انصار کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ہے۔ جنہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی۔

۴- چوتھی جلد میں ان قدیم الاسلام صحابہ کا ذکر ہے جو غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے اور اس کے ساتھ ان صحابہ کرامؓ کا ذکر ہے جو فتح مکہ سے پہلے حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔

۵۔ پانچویں جلد میں تابعین مدینہ کا ذکر ہے نیز ان صحابہ کرامؓ کو جو مکہ، طائف، یمن،

یمامہ اور بحرین میں سکونت پذیر ہوئے اور آخر میں مذکورہ شہروں میں صحابہ کے بعد ان کی جگہ لینے والے تابعین کا تذکرہ ہے۔

۶- چھٹی جلد میں ان صحابہ کرامؓ کا ذکر ہے جو کوفہ میں قیام پذیر ہوئے پھر کوفہ کے تابعین اوران اہل علم حضرات کا تذکرہ ہے جو ابن سعد کے دور تک ہوئے۔

۷- ساتویں جلد میں ان صحابہ کرامؓ و تابعین اور تبع تابعین وغیرہ کے حالات پر مشتمل ہے جو مختلف شہروں میں قیام پذیر تھے لیکن ان میں اہلِ بصرہ، شام اور مصر کا ذکر زیادہ ہے جبکہ باقی شہروں کے رہنے والوں کی بہت کم تعداد ذکر کی ہے۔

۸- اس کتاب کی آخری جلد صحابیات کیلئے خاص ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ علماء کرام نے فن جرح و تعدیل میں ابن سعد کی بات پر اعتماد کیا ہے۔ اس کی مذکورہ کتاب کو رواتِ حدیث کے حالات زندگی کے بارے میں قابل اعتماد مصدر سمجھا جاتا ہے۔ (۴۰)

ب۔ تذکرہ الحفاظ: تالیف: أبو عبداللہ محمد بن عثمان الذّھبی (۷۴۸ھ) (۴۱) یہ کتاب حفاظ حدیث کے طبقات پر مشتمل ہے نیز اس میں مؤلف کے بقول ان علماء کا تذکرہ ہے جن پر راویوں کے توثیق وتضعیف کی بابت اعتماد کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرام کے زمانے سے لیکر علامہ ذہبی کے دور تک فنِ جرح وتعدیل میں منصب اجتھاد پر فائز مشہور حاملین علم کا تذکرہ ہے۔ ان سب کو مؤلف نے اکیس (۲۱) طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ اس کتاب میں ایک ہزار ایک سو چھہتر اصحاب علم وفضل کا ذکر خیر ہے۔ اس کتاب کی افادیت کو چار چاند لگانے کیلئے مندرجہ ذیل تین اہل علم نے اس پر حاشیے لکھے ہیں:

۱) الحسینی (م ۷۶۵ھ) (۴۲)

۲) ابن فہد مکی (م ۸۷۱ھ) (۴۳)

۳) جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) (۴۴)

تو گویا اس کتاب میں جمع اس کے تینوں مذکورہ حواشی کے قرنِ اوّل سے لے کر دسوی صدی ہجری کے آغاز تک مشہور علماء کرام کا تذکرہ آ گیا ہے۔ (۴۵)

رواتِ حدیث کی عام کتابیں:

یہ کتابیں عام رواتِ حدیث کے حالات پر مشتمل ہوتی ہیں ان کا تعلق مخصوص کتب یا ان کے مخصوص رجال مثلاً ثقات یا ضعفاء کے طبقات کے ساتھ نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں مشہور مطبوع کتب درج ذیل ہیں:

(ا) التاریخ الکبیر: تالیف، امام محمد بن اسماعیل بخاری (م ۲۵۶ھ) (۴۶)۔ یہ بڑی ضخیم کتاب ہے جس میں بارہ ہزار تین سو پندہ (۱۲۳۱۵) آدمیوں کے حالاتِ زندگی بیان کیے گئے ہیں۔ امام بخاری نے اسے حروف تہجی کے اعتبار سے اس طرح مرتب کیا کہ ہر نام کے پہلے حرف کو پہلے پھر ان کے آباء کے نام میں بھی پہلے حرف کو ملحوظِ خاطر رکھا ہے۔ لیکن اس ترتیب کے علی الرغم کتاب کی ابتداء ان حضرات کے اسمائے گرامی سے کی ہے جن کا نام ''محمد'' سے شروع ہوتا ہے اور ایسا انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے نام کے شرف کی وجہ سے کیا ہے۔ اس طرح باقی حروف میں بھی صحابہ کرام کے ناموں کو ان کے آباء کے ناموں سے صرف نظر کرتے ہوئے پہلے ذکر کیا گیا ہے لیکن صحابہ کے علاوہ باقی تمام لوگوں کے ناموں کے ساتھ ان کے آباء کے ناموں کو حروف تہجی کے اعتبار سے ذکر کیا گیا ہے (۴۷)

امام بخاری نے بعض دفعہ رواتِ حدیث کے بارے میں ''جرح وتعدیل'' کے الفاظ بھی ذکر کئے ہیں اور جرح کے بارے میں بڑی نرم عبارات استعمال کی ہیں۔ مثلاً بعض دفعہ وہ کہتے ہیں: فلان فیہ نظرہ او سلا سکتوا عنہ ''اور سب سخت سے لفظ جو کسی کیلئے استعمال کرتے ہیں یہ ہے'' منکر الحدیث'' جس کے بارے میں وہ یہ لفظ استعمال کرتے ہیں تو ایسے شخص سے روایت کرنا جائز نہیں ہے (۴۸)۔ اکثر و بیشتر امام بخاری جب کسی کے بارے میں خاموشی اختیار کرتے ہیں یعنی نہ تو اس کی توثیق کرتے ہیں اور نہ تجریح تو اس کا مطلب اس شخص کی توثیق ہی ہوتا ہے (۴۹)

ب: الجرح والتعدیل: تالیف، ابن ابی حاتم رازی (۲۴۰-۳۲۷ھ) (۵۰) یہ کتاب امام بخاری کی مذکورہ کتاب کی طرز پر لکھی گئی ہے اور اکثر و بیشتر تو بات کو راویوں کے بارے میں جرح وتعدیل تک محدود رکھا گیا ہے۔ اور بخاری کی کتاب میں مذکورہ اقوال کا خلاصہ ہی بیان کیا ہے اور اس پر اچھے خاصے اضافے بھی کئے ہیں اور امر واقعہ یہ ہے کہ یہ کتاب اسم بامسمّٰی ہے اور آٹھ ضخیم جلدوں میں بمع مقدمہ طبع ہو چکی ہے اور لوگوں کے حالات بہت مختصر الفاظ میں بیان کیے ہیں ایک آدمی کے حالات ایک سطر سے لے کر پانچ سطروں پر محیط ہوتے ہیں۔

یہ کتاب ہر راوی اور اس کے باپ کے نام پہلے حرف کو مدنظر رکھ کر حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کی گئی ہے۔ لیکن ہر حرف میں صحابہ کرام کے اسمائے گرامی کو مقدم کیا ہے اور اسی طرح ان ناموں کو بھی مقدم کیا ہے جو اکثر مکرر آئے ہیں۔ مؤلف ہر راوی کے بارے میں کلام کرتے وقت راوی کا نام بمع اس کے باپ کنیت اور اس کی نسبت کے ذکر کرتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس راوی کے مشہور اساتذہ اور تلامذہ کا بھی ذکر کرتا ہے۔ اسی طرح راوی کے وطنِ اصل اور بعض ان شہروں کا ذکر کرتا

ہے جہاں جہاں مذکورراوی کبھی ٹھہرا ہوا اور اس نے سکونت اختیار کی ہو اور اگر راوی کا عقیدہ اہل سنت کے عقیدے کے مخالف ہو تو اس کا بھی تذکرہ کرتا ہے۔ اگر اس کی کوئی تالیف ہو تو اسے بھی درج کرتا ہے اور کبھی کبھار راوی کے سنِ وفات کا بھی ذکر کرتا ہے۔

کتاب کے آغاز میں ایک نہایت نفیس اور مفید مقدمہ ہے جو کتاب کیلئے مدخل کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس میں فن جرح وتعدیل کے متعلق بہت سی مفید بحثیں ہیں۔ (۵۱)

۴۔ مخصوص کتب حدیث کے راویوں کے متعلق کتابیں:

اسماء الرجال کے بارے میں علماء نے بعض ایسی کتابیں بھی تالیف کی ہیں جن میں صرف خاص خاص کتابوں کے راویوں کے حالاتِ زندگی قلمبند کیے گئے ہیں۔ بعض نے تو صرف حدیث کی ایک ہی کتاب کے رواۃ کے حالات لکھے ہیں اور بعض نے ایک سے زائد کتب حدیث کے حالات تحریر کیے ہیں۔

اس میں فائدہ تو یہ ہے کہ ایک کتاب کے تمام راویوں کے حالات ایک ہی جگہ جمع ہو گئے ہیں۔ دوسرا فائدہ اس میں محقق کا ہے کہ حدیث کی کسی خاص کتاب کے رواۃ کے بارے میں تحقیق کرنا ہے تو بڑی آسانی سے انہیں ایک ہی کتاب میں تلاش کر سکتا ہے۔ جس سے وقت اور محنت کی بچت ہو سکتی ہے۔

اس سلسلے کی مشہور کتب درج ذیل ہیں:

ا۔ **الهداية والارشاد فی معرفة اهل الفقه والسداد: تاليف، ابو نصر احمد بن محمد الكلابازی** (م ۳۹۸ھ)۔ یہ کتاب صرف صحیح بخاری کے رواۃ سے متعلق ہے۔ (۵۳)

ب۔ **رجال صحيح مسلم: تاليف، ابوبكر احمد بن على اصفهانى المعروف ابن منجويه** (م ۴۳۸ھ) (۵۴)

ج۔ **الجمع بين رجال الصحيحين: تاليف، ابو الفضل محمد بن طاهر المقدسی المعروف بابن قيسرانی** (۴۴۸-۵۰۷ھ) (۵۵)

اس کتاب میں مذکورہ دونوں کتابوں کو جمع کیا گیا ہے اور جو چیزیں ان سے چھوٹ گئی تھیں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور بعض زائد چیزوں کو حذف کر دیا گیا ہے۔ یہ کتاب حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کی گئی ہے اور خود مؤلف نے اس کے مقدمے میں اپنا طریقہ تالیف بیان کیا ہے جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ اس میں صحیح بخاری ومسلم کے رواۃ کو جمع کیا گیا ہے بخاری اور مسلم میں سے اگر کسی کی کوئی انفرادیت تھی تو اس کو بیان کیا ہے۔ (۵۶)

د- التعریف برجال الموطأ: تالیف، محمد بن یحییٰ الخذاء التمیمی (م ۴۱۶ھ) (۵۷)

ھ- صحاحِ ستہ کے رواۃ کے متعلق خاص کتابیں:

بعض علماء نے صحاح ستہ کے رواۃ کے بارے میں مخصوص کتابیں تحریر کی ہیں۔ نیز صحاح ستہ کے مؤلفین کی دیگر چھوٹی کتابوں کے رواۃ کے حالات بھی تحریر کئے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور کتاب:

۱- ''الکمال فی اسماء الرجال'': تالیف، حافظ عبدالغنی مقدسی (۵۴۱-۶۰۰ھ) (۵۸)

امر واقعہ یہ ہے کہ رواۃ صحاح ستہ کے بارے میں لکھی جانیوالی کتابوں میں یہ سب سے مشہور کتاب ہے اور جتنا قبول عام اسے حاصل ہوا ہے اتنا کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں ہوا۔ اسی وجہ سے بعد کے علماء کرام میں کسی نے اس کی تہذیب اور بعض نے اس پر استدارک کیا اور بعض نے اس کے اختصارات لکھے جن کی تفصیل ترتیب زمانے کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

۱- تهذيب الكمال فی اسماء الرجال، مزّی (۷۴۲ھ) (۵۹)

۲- تذهيب التهذيب، الذهبی (۷۴۸ھ) (۶۰)

۳- الكاشف فی معرفة من له رواية فی كتب الستة (٦١)، للذهبی ایضاً (-۷۴۸ھ) (٦٢)

۴- تهذيب التهذيب، حافظ ابن حجر عسقلانی (-۸۵۲ھ) (٦٣)

۵- تقريب التهذيب (٦٤) (ابن حجر)۔

۶- خلاصة تذهيب تهذيب الكمال (٦٥) علامه خزرجی (-۹۲۴ھ) (٦٣)

اس کا نقشہ اس طرح ہے:

الکمال فی اسماء الرجال

تہذیب الکمال

تذہیب التہذیب　　　　تہذیب التہذیب

الکاشف　　　　خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال　　　　تقریب التہذیب

اب ہم ذرا تفصیل سے مذکورہ کتب کا تعارف کراتے ہیں:

۱- الکمال فی اسماء الرجال: تالیف، حافظ عبدالغنی بن عبدالواحد المقدسی الجماعیلی الحنبلی (۶۰۰ھ) (٦٧)

خاص صحاح ستہ کے رواۃ کے بارے میں جو کتب آج دستیاب ہیں یہ ان میں سب سے قدیم

ترین کتاب ہے اور بعد میں آنے والوں کیلئے یہ ایک بنیادی مصدر ہے۔ جس کسی نے بھی مقدسی کے بعد اس فن میں قدم رکھا ہے تو وہ اسی کتاب کے گرد گھومتا رہا ہے کہ اس کتاب میں ذرا طوالت ہے اور بہت سے مسائل، اقوال، امثال، اصلاح و استدراک کو چاہتے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ کتاب جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے:

''رواۃ حدیث کی معرفت کے باب میں یہ بڑی اہم کتاب ہے اور اس فن کے چوٹی کے ماہرین نے اس کی عظمت کا برملا اظہار کیا ہے'' (۶۸)

۲- تهذيب الكمال في اسماء الرجال: تالیف، حافظ ابوالحجاج یوسف بن زکی المزی (۷۴۲ھ) (۶۹) حافظ مزی نے مذکورہ کتاب کی تہذیب و تکمیل کی اور اس پر گراں قدر اضافے کئے لیکن ابن حجر عسقلانی کے بقول اس میں بھی طوالت سے کام لیا گیا لیکن اس فن کے ایک اور ماہر تاج الدین سبکی نے فرمایا ہے:

''الجمع على انه لم يصنف مثله (۷۰)'' کہ اہل علم کا اسی پر اجماع ہے کہ اس جیسی کتاب نہ تو پہلے تالیف کی گئی ہے اور نہ آئندہ کوئی ایسا کام کرنے کی ہمت کر سکتا ہے (۷۱)''۔

۳- اکمال تھذیب الکمال: تالیف: حافظ علاؤالدین مغلطائی (۷۶۲ھ) (۷۲)۔ مغلطائی نے مزی کی کتاب کو مکمل کیا اور اسی پر حاشیہ تحریر کیا یہ بھی اس فن کی بہت مفید کتاب ہے (۷۳)۔ ابن حجر نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس نے (اپنی کتاب۔ ''تہذیب التھذیب'' (جس کا ذکر آگے آرہا ہے') میں اس کتاب سے استفادہ کیا ہے (۷۴)

حافظ مزی نے اپنی کتاب ''تھذیب الکمال'' میں درج ذیل طریقہ استعمال کیا ہے:

۱- صحاح ستہ اور ان کے مؤلفین کے دیگر تالیفات میں درج رواتِ حدیث کے حالاتِ زندگی بیان کیے ہیں۔ لیکن اس میں صرف اتنا کیا ہے ان مؤلفین کی تاریخ سے متعلق کتب کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ ان میں درج ذیل احادیث سے کسی قسم کے احکام پر استدلال نہیں کیا گیا۔

۲- جن کتب کے رجال کے بارے میں تفصیل بیان کی ہے اس کتاب کے لیے کوئی خاص نفظ'' رموز'' بھی لکھا ہے (ان رموز کا ذکر آگے آرہا ہے)۔

۳- ہر راوی کے حالات بیان کرتے وقت اس کے شیوخ و تلامذہ کے متعلق جہاں تک ہو سکا اکثر معلومات فراہم کر دیکھیں ہیں کیونکہ بالاستیعاب ان تمام باتوں کا احاطہ بہرحال ایک مشکل کام تھا۔

۴- ہر راوی کے استاد اور شاگرد دونوں کے ناموں کو حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا۔

۵- ہر آدمی کے سن وفات کا ذکر کیا ہے اور اگر اس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف تھا تو اس کو بھی تفصیلاً بیان کیا ہے۔

۶- چند ایسے راویوں کے نام بھی ذکر کیئے ہیں جن کے تفصیلی حالات پر روشنی نہیں ڈالی ان کے بارے صرف اتنا لکھا ہے: ''روی عن فلان'' روی عنہ فلاں، اخرج لہ فلان'' اس کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوسکتا کہ مؤلف کو خود ان کے بارے میں مفصل علم نہیں ہے اور اتنی بڑی کتاب کیلئے یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے کیونکہ ہزاروں راویوں کے تفصیلی حالات کا جاننا کوئی آسان کام نہیں ہے اور پھر جن کے تفصیلی حالات درج ہونے سے رہ گئے ان کی تعداد مفصل مذکورر راویوں کی نسبت بہت ہی کم ہے۔

۷- کتاب کی طوالت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ جس راوی کے حالات تحریر کرتے ہیں اس سے مروی حدیث کو بھی ''مع سند'' ذکر کرتے ہیں اور ایسی احادیث کی تعداد کا اندازہ کتاب کے مجموعی حجم کے تیسرے حصے کے برابر لگایا گیا ہے (۷۵)۔

۸- کتاب میں مذکور اسماء کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے جس میں صحابہ اور غیر صحابہ کا کوئی فرق نہیں کیا گیا اس کے برخلاف ''مقدسی'' نے اپنی کتاب ''الکمال'' میں صحابہ کرام کے اسماء کا غیر صحابہ سے الگ ذکر کیا ہے۔ اور اسی سلسلے میں ''الف'' سے ابتداء کرتے ہوئے ''احمد'' کو پہلے اور حرف ''میم'' کے اسماء لکھتے وقت ''محمد'' سے آغاز کیا ہے۔

۹- بعض دفعہ راویوں کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال مع قائل سند سمیت ذکر کیئے ہیں اور بعض اقوال بغیر سند کے ذکر کیئے ہیں اس کی وجہ خود ان کے اپنے بیان کے مطابق یہ ہے کہ ''جس قول کی کوئی سند ذکر نہیں اگر وہ قول صیغہ جزم کے ساتھ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کوئی جرح نہیں ہے اور اگر وہ قول صیغہ تمریض کے ساتھ ذکر کیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی سند میں کوئی بات ہے۔ (۷۶)

۱۰- اگر کسی راوی کا نام یا کنیت مبہم تھی یا اس راوی کے متعلق اور کسی قسم کا ابہام تھا تو مؤلف نے اس پر تنبیہہ فرمائی ہے اس سلسلے میں وہ ''اگر رکنیت والے راویوں میں کوئی ایسا آدمی تھا کہ جس کا نام بغیر کسی اختلاف کے مشہور تھا تو میں نے اسے ناموں میں ذکر کر دیا پھر جب اس کی کنیت ذکر کی تو اس کی صراحت بھی کر دی اور اگر کوئی راوی ایسا تھا کہ جس کا نام معلوم ہی نہیں تھا یا اس کے بارے میں اختلاف تھا تو اس کو کنیت میں ذکر کرتے وقت اس اختلاف پر تنبیہہ کر دی ہے اور یہی طریقہ مبہم عورتوں کے بارے میں اختیار کیا ہے''۔

۲ - ''بعض اوقات ایک جیسے دوراویوں کے حالات بیان کرتے وقت اس پر تنبیہ کی ہے''۔

۳ - اس کے بعد اس کتاب کے آخر میں متعدد فصلیں ہیں ان میں کچھ تو:

۱ - ان راویوں کے بارے میں ہیں جو اپنے باپ یا دادا یا ماں یا چچا وغیرہ کی طرف منسوب تھے اور کچھ:

۲ - ان لوگوں کے بارے میں ہیں جو اپنے قبیلے، شہر یا پیشے کی طرف منسوب تھے اور اس کی وجہ سے زیادہ مشہور اور ان میں کچھ تو ایسے تھے جو

۳ - اپنے لقب وغیرہ سے مشہور تھے اور کچھ ایسے بھی تھے جو:

۴ - مبهم تھے جیسے: فلان عن ابیه أو عن جده أوعن امه أوعن عمه أوخاله أوعن أجل أوامرأة ونحوذلك، تو ایسی صورتوں میں اگر اس کا نام معلوم ہوتا ہے تو اس پر تنبیہ کردی گئی ہے اور یہی عورتوں کے بارے میں اختیار کیا گیا ہے'' (۷۷)

۱۱ - اس کے علاوہ مؤلف نے تین فصلیں ذکر کی ہیں ان میں:

۱ - پہلی فصل میں صحاح ستہ کے مؤلفین کی شروط ذکر کی ہیں۔

۲ - دوسری فصل ثقہ رواۃ سے روایت کی ترغیب پر مشتمل ہے۔

۳ - تیسری اور آخری فصل میں سیرت رسول کے بارے میں ہے۔

۱۲۔ ''الکمال'' کے مؤلف علامہ مقدسی نے کچھ راویوں کے نام اس بناء پر ذکر کیے تھے کہ صحاح ستہ کے مؤلف نے ان سے احادیث لی ہیں لیکن حافظ مزی کی تحقیق کے مطابق صحاح ستہ کے مؤلفین نے ان راویوں سے کوئی روایت نہیں کی اس لیے انہوں نے اپنی کتاب ''تہذیب الکمال'' سے ان کو حذف کر دیا ہے۔

حافظ مزی نے حدیث کی مختلف کتابوں کیلئے مندرجہ ذیل ستائیس رموز استعمال کیے ہیں (۷۸)

۱-	ع	صحاح ستہ	۲-	د	الکتاب
۳-	۴	سنن اربعہ	۴-	ت	ترمذی
۵-	خ	صحیح بخاری	۶-	س	نسائی
۷-	م	صحیح مسلم	۸-	ق	ابن ماجہ
۹-	خت	بخاری فی التعالیق	۱۰-	بخ	بخاری فی ادب الفرد
۱۱-	ی	بخاری فی جزأ رفع الیدین	۱۲-	عخ	خلق افعال العباد

۱۳-	ز	جزالقراءة خلف الامام	۱۴-	مق	مقدمہ صحیح مسلم
۱۵-	مد	ابوداؤد کی مراسیل	۱۶-	قد	فی القدر
۱۷-	خد	فی الناسخ والمنسوخ	۱۸-	ف	فی کتاب التفرد
۱۹-	صد	فی فضائل الانصار	۲۰-	ل	فی المسائل
۲۱-	کد	فی مسند مالک	۲۲-	تم	الترمذی فی الشمائل
۲۳-	سی	النسائی فی عمل الیوم واللیلۃ	۲۴-	کن	فی مسند مالک
۲۵-	س	فی خصائص علی	۲۶-	عس	فی مسند علی
۲۷-	فق	لابن ماجہ فی التفسیر			

۴- تذهیب التهذیب: تالیف، حافظ ابوعبدالله محمد بن احمد الذهبی (۷۴۸ھ) (۷۹)

علامہ ذھبی شیخ مزی کے شاگرد ہیں اور انہوں نے اپنے شیخ مزی کی کتاب ''الکمال'' پر دو کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔ ایک طویل ہے جبکہ دوسری مختصر ہے۔ اوّل الذکر کا نام تو ابھی گذرا ہے۔ مؤخر الذکر کا نام ''الکاشف فی معرفة من له روایة فی الکتب الستة (۸۰) ہے۔ پہلی کتاب کے بارے میں علامہ ابن حجر کہتے ہیں: ''کہ اس میں بعض جگہ عبارت میں طوالت ہے۔ مؤلف اپنے شیخ مزی کی کتاب ''تہذیب'' سے آگے نہیں بڑھ سکا اگرچہ بعض جگہ راویوں کے مناقب میں احتیاط سے کام نہیں لیا گیا اور ساتھ ہی بہت سے مقامات پر ''توثیق وتجریح'' کو ترک کر دیا ہے حالانکہ انہی دونوں پر احادیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا مدار ہے (۸۱) اور بعض راویوں کے تراجم علامہ ذہبی نے اپنے شیخ مزی کی معلومات پر اضافہ ضرور کیا ہے اور ابن حجر کا کہنا ہے کہ میں نے یہ اضافے اپنی کتاب ''تہذیب التہذیب'' میں ذکر کئے ہیں۔ (۸۲)

۵- الکاشف فی معرفة من له روایة فی الکتب الستة

تالیف: حافظ ابوعبداللہ محمد بن احمد الذھبی (م ۷۴۸ھ)۔

یہ کتاب بھی حافظ ابوالحجاج یوسف بن زکی المزی (م ۷۴۲ھ) کی کتاب: ''تهذیب الکمال فی اسماء الرجال'' کا اختصار ہے۔ اس میں علامہ ذہبی نے درج ذیل باتیں بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے:

۱- راوی کا نام، بعض اوقات اس راوی کے باپ، دادا کا نام، کنیت، نسبت اور اس کے مشہور اساتذہ کرام وتلامذہ میں سے دو یا تین کا ذکر کیا ہے۔ اور ایک آدھ جملے میں راوی کی جرح وتعدیل کا حال اور آخر میں اس کا سن وفات ذکر کیا ہے۔

۲- نیز اس کتاب میں صرف صحاح ستہ کے رواۃ کے حالات پر اکتفا کیا ہے۔

۳- اور تمام رواۃ کے نام حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیئے گئے ہیں، لیکن حرف (ھمزہ) (الف) سے آغاز کرتے ہوئے ''احمد'' کو پہلے ذکر کیا ہے۔ اور اسی طرح صرف ''میم'' سے شروع کرتے وقت ''محمد'' کو پہلے ذکر کیا ہے اور مندرجہ ذیل ''رموز'' ذکر کئے ہیں: (۸۳)

	رموز	الکتاب		رموز	الکتاب
۱-	خ	بخاری	۵-	س	نسائی
۲-	م	المسلم بخاری	۶-	ق	ابن ماجہ
۳-	د	ابوداؤد	۷-	ع	صحاح ستہ
۴-	ت	ترمذی	۸-	۴	لآصحاب السنن الأربعة

مثال مع شرح:

''د'': احمد بن ابراهيم الموصلی، أبوعلی، عن شريک وحماد بن زيد وطبقتهما، وعنه د۔ والبغوی وأبويعلی وخلق، وثق، مات ۲۳۶'' (۸۴)

''د'': احمد بن ابراہیم الموصلی، احمد بن ابراہیم الموصلی سے امام أبوداؤد نے اپنی کتاب سنن میں روایت لی ہے۔

''أبوعلی'': یہ احمد بن ابراہیم کی کنیت ہے۔

''عن شريك وحماد بن زيد وطبقتهما'': احمد بن ابراہیم نے شریک اور حماد بن زید اور ان کے معاصرین سے علم حاصل کیا ہے (یعنی یہ اس کے مشہور اساتذہ کرام ہیں) ''وعنہ د، والبغوی وأبویعلی وخلق'': ان سے امام أبوداؤد، امام بغوی، أبویعلی اور خلقِ (کثیر) نے روایات لی ہیں۔ یعنی یہ اس کے مشہور تلامذہ ہیں۔

''وثق'': علماء فن نے ان کی توثیق کی ہے۔ ان کی وفات (ہفتہ کی رات ۱۸ ربیع الاول) میں دوسوچھتیس (۲۳۶ھ) میں ہوئی۔

۶- تهذيب التهذيب: تالیف، حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) (۸۵) یہ کتاب بھی علامہ مزی کی کتاب ''تہذیب الکمال'' کا اختصار ہے۔ اس اختصار میں ابن حجر نے درج ذیل طریقہ استعمال کیا ہے:

۱- رواۃ کی جرح وتعدیل کے بارے میں مفید معلومات ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

۲- علامہ ذہبی نے اپنی کتاب میں جن حدیثوں کی تخریج کر کے کتاب کو طول دیا تھا ابن حجر نے ان روایات کو حذف کر دیا ہے۔ ان روایات کا اندازہ کتاب کے ایک تہائی حجم کے برابر ہے۔

۳- علامہ مزی نے جن رواۃ کے اساتذہ تلامذہ کی کثیر تعداد ذکر کی تھی۔ ابن حجر نے اس کے خلاف اس راوی کے صرف مشہور اساتذہ اور تلامذہ کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔

۴- اگر کسی راوی کے حالات مختصر تھے تو اسے اس طرح رہنے دیا یعنی اس سے کچھ حذف نہیں کیا۔

۵- راویوں کے اساتذہ اور تلامذہ کے ناموں کو حروف تہجی کے مطابق ترتیب دینے کی بجائے ان کی عمر، حافظہ اور اسناد وغیرہ کا لحاظ کر کے مرتب کیے گئے ہیں۔

۶- متعدد راویوں کے حالات کا ایک کثیر حصہ حذف کر دیا ہے کیونکہ اس طوالت سے راوی کی توثیق و تجریح کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلتا تھا۔

۷- اگر کسی راوی کے متعلق کسی اور کتاب سے ائمہ فن کے جرح و تعدیل سے متعلق، اقوال ملے تھے تو انہیں ضرور تحریر کیا ہے۔ یعنی جہاں تک ممکن ہو سکا راوی کے حالات میں اضافہ ضرور کیا ہے۔

۸- بعض جگہ اصل کلام کا خلاصہ ابن حجر نے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے اور اگر کہیں مصلحتہ کچھ الفاظ کا اضافہ کرنا پڑا ہے تو وہ بھی کر دیا ہے۔

۹- اگر کسی راوی کے سن وفات میں اختلاف تھا تو اس کا زیادہ حصہ حذف کر دیا ہے۔ جہاں کہیں مصلحت نے اس اختلاف کے بقا کا تقاضہ کیا ہے تو جوں کا توں رہنے دیا گیا ہے یعنی حذف نہیں کیا گیا۔

۱۰- ''تہذیب الکمال'' میں ذکر کیے گئے راویوں میں کسی راوی کے حالات حذف نہیں کئے۔

۱۱- اگر کسی راوی کے متعلق معلوم ہوا کہ یہ ''مزی'' کی شرط کے مطابق ہے تو اس کو بھی اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے تاہم اپنی طرف سے اس اضافے کو مع اس کے باپ کے نام کے سرخ سیاہی سے تحریر کیا ہے تاکہ اصل اور اضافے میں فرق واضح ہو سکے۔

۱۲- اگر کسی راوی کے حالات میں کسی جگہ کچھ اضافہ کیا ہے تو اس (اضافے) سے پہلے لفظ ''قلتُ'' لکھا ہے تاکہ قاری کو معلوم ہو سکے کہ ''قلتُ'' کے بعد والی عبارت ابن حجر کی ہے۔

۱۳- جو ستائیس (رموز) علامہ مزی نے اپنی کتاب میں ذکر کئے تھے ابن حجر نے ان میں درج ذیل (د و مق، ص) حذف کیے ہیں۔ باقی برقرار رکھا ہے نیز علامہ مزی کی ترتیب میں بھی کوئی تبدیلی نہیں کی۔

۱۴- علامہ مزی نے اپنی کتاب کے شروع میں جو فصول ذکر کی ہیں ان میں سے درج ذیل تین فصول کو ابن حجر نے حذف کر دیا ہے:

۱- مؤلفین صحاح ستہ کی شروط سے متعلق تھیں۔

۲- جس میں ثقہ راویوں سے روایت کرنے کی ترغیب تھی۔

۳- جو فصل سیرت رسول ﷺ پر مشتمل تھی۔

۱۵- حافظ ابن حجر نے علامہ ذہبی کی کتاب ''تذھیب التھذیب'' اور علاء الدین۔مغلطائی کی کتاب ''إکمال تھذیب الکمال'' سے بعض نکات کا اضافہ کیا ہے۔(۸٦)

امر واقعہ یہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی زیر بحث کتاب ''تھذیب التھذیب'' اسماء الرجال پر لکھی جانے والی کتب میں بے حد مفید کتاب ہے اور ابن حجر نے اس کی تالیف میں بہت محنت صرف کی ہے اور موضوع کا حق ادا کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ جو مقام اختصار کا متقاضی تھا وہاں اختصار سے کام لیا اور جو مقام تفصیل اور اضافے کا مستحق وہاں اصل پر گراں قدر اضافے کیے۔اور اس کتاب کی تحریر و تھذیب میں باوجود اس موضوع پر وسیع معلومات رکھنے کے اس موضوع پر لکھی گئی دیگر بنیادی کتب سے مقدور بھر استفادہ کیا یہاں تک کہ وہ اس کتاب کو موجودہ صورت میں پایہ تکمیل کو پہنچانے میں کامیاب رہا۔ جزاالله خیرا علی جھدہ۔(۸۷)

۷- تقریب التہذیب: تالیف، حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)(۸۸)

یہ کتاب دراصل علامہ ابن حجر عسقلانی کی مذکورہ کتاب ''تھذیب التھذیب'' کا اختصار ہے۔اس کی وجہ تالیف ابن حجر نے اس کتاب کے مقدمہ میں خود بیان فرمائی ہے: کہ جب میں ''تھذیب التھذیب'' کی تالیف سے فارغ ہوا تو میرے بعض احباب نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اس کا خلاصہ لکھوں جس میں صرف رواۃ کے نام پر اکتفا کروں پہلے تو میں نے ان کی درخواست پر کوئی توجہ نہ دی لیکن جب دیکھا کہ طلباء کی ہمتیں پست ہوتی جا رہی ہیں اتنی بڑی کتاب سے استفادہ سب کے لئے ممکن ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت مشکل ہے۔اور اس کے اختصار میں ہی فائدہ ہے۔ چنانچہ میں نے یہ کتاب لکھنے کا فیصلہ کیا۔میرا خیال تھا کہ جہاں تک ہو سکے میں اسے مختصر بنانے کی کوشش کروں یہاں تک کہ ہر راوی کے حالات اشارات سمیت ایک سے دوسطروں کے درمیان ہونے چاہئیں جس میں راوی کا نام مع اس کے والد اور داد کے اور اس کی مشہور نسبت اور نسب، کنیت اور لقب مع اس کے صحیح تلفظ کے جرح و تعدیل میں سے جس صفت سے بھی وہ متصف موجود ہو۔اور آخر میں اس کے طبقے کا بھی ذکر کہ اس کا تعلق کس زمانے کے ساتھ ہے۔(۸۹) چنانچہ اس نے امور مذکورہ کو درج ذیل طریقے سے

اپنی اس مختصر کتاب میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے:

۱- جن رواۃ کا ذکر اس نے ''تھذیب التھذیب'' میں کیا ہے ان تمام کا ذکر ''تقریب التھذیب'' میں بھی کیا ہے۔ ذھبی کی طرح اسے صحاح ستہ کے رواۃ تک محدود نہیں رکھا۔

۲- جو ترتیب ''تھذیب'' میں تھی اسی کو ''تقریب'' میں اختیار کیا۔

۳- جتنے ''رموز'' (اشارات) تھذیب میں ذکر کیے تھے اتنے ہی ''تقریب'' میں ذکر کیے ہیں سوائے ایک کے کہ اسے تقریب میں بدل دیا ہے۔

اور ایک کا اضافہ کیا ہے۔

الف: تھذیب میں جب سنن اربعہ کا اکٹھے ذکر کرنا تھا اس کیلئے اس نے ''۴'' کا لفظ بطور ''رمز'' استعمال کیا تھا لیکن ''تقریب'' میں اس کی جگہ (عم) کا لفظ بطور ''رمز'' استعمال کیا ہے۔

ب: ''تقریب'' میں لفظ ''تمییز'' کا اضافہ بطور ''رمز'' کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس راوی کی روایت صحاح ستہ میں نہیں ہے۔

۳- ابن حجر نے اس کتاب کے مقدمہ میں راویوں کے بارہ مراتب ذکر کیے ہیں اور ہر مرتبے کے بالمقابل جرح وتعدیل کے الفاظ ذکر کئے ہیں اس لیے اس کتاب کی طرف مراجعت کرنے والے کے لئے راویوں کے مراتب اور الفاظ جرح و تعدیل کا جاننا ضروری ہے تاکہ وہ کسی غلط فہمی اور التباس کا شکار نہ ہو کیونکہ مؤلف نے اس کتاب میں بعض نئی اصطلاحات استعمال کی ہیں۔

۴- ابن حجر نے راویوں کے مراتب کی طرح ان کے بارہ طبقات ذکر کیے ہیں۔ اس لیے اس کتاب سے صحیح استفادہ کیلئے ان طبقات کا جاننا ضروری ہے کیونکہ یہ ابن حجر کی خاص اصطلاح ہے۔

۵- اس کتاب کے آخر میں ایک فصل کا اضافہ ہے جو ''تھذیب'' میں نہیں تھی۔ اس فصل میں ابن حجر نے ان مبھم عورتوں (رواۃ) کا ذکر کیا ہے جن سے لوگوں نے روایات لی ہیں۔

ابن حجر کی یہ کتاب اس فن کے متبدی طلباء کیلئے نہایت ہی مفید ہے خاص طور پر راوی پر جرح و تعدیل کے اعتباط سے حکم کے نقطہ نظر سے، کیونکہ مؤلف نے اس سلسلے میں مذکورہ اقوال کا خلاصہ قلمبند کیا

ہے ۔لیکن یہ کتاب بے حد مختصر ہے ۔ اسمیں اتنا نقص ہے کہ یہ راوی کے استاد اور شاگرد کا ذکر پوری کتاب میں نہیں کرتا اس اعتبار سے علامہ ذھبی کی کتاب ''الکاشف'' اور علامہ ''خزرجی'' کی کتاب ''خلاصہ'' ابن حجرؒ کی مذکورہ کتاب (تقریب التھذیب) بہرحال (۹۰) بہتر ہیں کیونکہ ان دونوں کتابوں میں کم ازکم مذکورہ نقص نہیں پایا جاتا ہے ۔

مثال: ۱- "عبدالله بن عاصم الحمّاني، بکسر المهملة وتشديد الميم، أبو سعيد، البصري صدوق، من العاشرة"ق" (۹۱)

شرح:

۱- راوی کا نام''عبداللہ'' باپ کا نام: عاصم،''حمانی''''حا'' کے زیر اور''میم'' کی تشدید کے ساتھ نسبت ہے

۲- اُبوسعید کنیت ہے ۳- ''بصری'' بصرہ کے رہنے والے تھے ۔

۴- ''صدوق'' سچے تھے ۔ ۵- من العاشرۃ: دسویں طبقے سے تعلق تھا ۔

۶- ''ق'' ابن ماجہ قزینی نے اپنی سنن میں ان سے روات کی ہے ۔

۲- "القاسم بن الليث بن مسرور الرسقي، أبو صالح، نزيل و تنّيس، ثقه، من الثانية عشرة، مات سنة أربع و ثلاثمائة رس" (۹۲)۔

۱- راوی کا نام: قاسم: باپ کا نام :لیث ،دادا کا نام: مسرور

۲- اُبوصالح :کنیت ،رتنیس کے رہنے والے تھے ۔

۳- ثقہ تھے ۔

۴- ان کا تعلق بارہویں طبقے سے ہے ۔

۵- تین سو چار میں انتقال ہوا ۔

۶- امام نسائی نے سنن میں ان سے روایت کی ہے ۔

۸- خلاصة تذهيب تهذيب الكمال: تاليف ،حافظ صفى الدين أحمد بن عبدالله الخزرجى انصارى (مولود۹۰۰ھ) (۹۳)۔

یہ کتاب علامہ ذہبی کی کتاب ''تذھیب التھذیب'' (۹۴)۔ ایک ضخیم جلد میں ہے ۔ علامہ خزرجی نے اس کے شروع میں ایک مختصر سا مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے ۔جس میں فرماتے ہیں:

''کہ اس اختصار میں جن کے صحیح تلفظ کی نشاندہی کی ضرورت تھی وہ بھی اکثر مقامات پر کردی گئی ہے اور بعض جگہ مفید اضافے بھی کیے ہیں اور بعض راویوں کے سنِ وفات کا بھی اضافہ کیا ہے اور

سب معلومات مستند کتابوں اور معتبر حوالوں سے درج کی گئی ہیں۔ (۹۵)

علامہ خزرجی نے مذکورہ کتاب میں مندرجہ ذیل طریقہ اختیار کیا ہے:

۱- صحاح ستہ اور اسؒ کے مؤلفین کی دیگر تمام وہ تالیفات جن راویوں کے حالات علامہ ذہبی نے ذکر کیے ہیں۔ خزرجی نے بھی ان تمام رواۃ کے حالات لکھے ہیں، صحاح ستہ سمیت ان کتب کی تعداد پچیس ہے۔ یہ تمام وہی کتب ہیں جن کا ذکر علامہ مزی نے اپنی کتاب: تہذیب الکمال میں بھی کیا ہے۔

اس نے اپنی کتاب میں وہی ستائیس رموز (اشارات) ذکر کئے ہیں جو اس سے پہلے علامہ مزی اور اس کے بعد علامہ ذہبی نے ذکر کیے ہیں۔ ان پر ایک رمز کا اضافہ کیا ہے وہ ہے ''لفظ تمییز''۔ (۹٦) اس کا مطلب یہ ہے کہ اس راوی کی کوئی روایت ان کتب میں نہیں ہے جن کے راویوں کے حالات یہاں ذکر کیے جارہے ہیں۔

۳- اس کتاب کو مؤلف نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:

۱- پہلے حصے میں آدمیوں کے حالات بیان کیے ہیں۔

۲- دوسرے حصے میں عورتوں کے حالاتِ زندگی بیان کیے ہیں۔

پہلے حصے کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں رواۃ کے ناموں کو ترتیب سے ذکر کیا ہے۔ جبکہ دوسرے حصے میں رواۃ کی کنیتوں کو ذکر کیا ہے اور اس حصے کے آخر میں ایک خاتمہ ذکر کیا ہے۔ جس میں درج ذیل آٹھ فصلیں ہیں:

۱- پہلی فصل میں ان رواۃ کے نام ہیں جو ''ابن فلان'' کے ساتھ مشہور تھے لیکن ان کا ذکر پہلے نہیں گذرا یا اگر گذرا ہے لیکن مذکورہ نسبت سے مشہور نہیں تھا۔

۲- دوسری فصل ان لوگوں کے بیان میں ہے جن کے نام پہلے گذر چکے ہیں۔

۳- تیسری فصل میں ان رواۃ کا بیان ہے جو نسب سے مشہور ہیں لیکن ان کے نام پہلے نہیں گذرے۔

۴- چوتھی فصل میں ان حضرات کا بیان ہے جو نسب سے مشہور ہیں اور ان کا ذکر بھی پہلے بھی گذر چکا ہے۔

۵- پانچویں فصل میں رواۃ کے القاب کا بیان ہے۔

٦- چھٹی فصل میں ان حضرات کا ذکر ہے جن کا لقب ہی ان کی کنیت ہے۔

۷- ساتویں فصل میں ان رواۃ کا ذکر ہے جن کا لقب ان کے نسب کے ساتھ مشہور ہے۔

۸- آٹھویں فصل مبہمات کے بارے میں ہے۔

کتاب کی دوسری قسم (جس میں رواۃ عورتوں کا بیان ہے) کو بھی پہلی قسم کی طرح تقسیم کیا ہے لیکن اس قسم کا خاتمہ تین فصلوں پر مشتمل ہے۔

۱- پہلی فصل میں ان رواۃ کا بیان ہے جن کے نام پہلے نہیں گذرے۔

۲- دوسری قسم میں ان عورتوں کا ذکر ہے جن کے اسمائے گرامی پہلے گذر چکے ہیں۔

دوسری فصل رواۃ کے القاب کے بارے میں ہے۔

۳- تیسری فصل مجہول رواۃ سے متعلق ہے۔

۴- دیگر مؤلفین اسماء الرجال کی طرح یہاں بھی مؤلف نے رواۃ کے اسماء کو حروف تہجی کے مطابق بیان کیا ہے لیکن ابتداء ان اسماء سے کی ہے جو الف سے شروع ہوتے ہیں اوراس سلسلے میں ''احمد'' سے آغاز کیا گیا ہےاورحرف ''میم'' میں ''محمد'' سے۔

۵- علامہ خزرجی نے علامہ ذہبی کے بعض تراجم پر اضافہ کیا ہے۔اس کیلئے ''تمییز'' کے لفظ سے اشارہ کیا ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

۶- باقی رواۃ کے حالات بیان کرتے ہوئے کسی معین چیز کا التزام نہیں کیا جیسا کہ ابن حجر نے کیا ہے۔اسی لئے بعض اوقات راویوں کے بارے میں جرح یا تعدیل کے الفاظ ذکر کردیتا ہے اور بعض دفعہ ویسے ہی چھوڑ دیتا ہے۔اسی طرح کبھی سنِ وفات ذکر کرتا ہے کبھی نہیں ذکر کرتا لیکن ایک چیز بڑے اہتمام سے ذکر کی ہے وہ یہ کہ ہرراوی کی متعدد احادیث ذکر کی ہیں۔

اسی طرح ایک اور چیز کا التزام کیا ہے کہ راوی کے استاد اور شاگرد میں سے ایک سے تین تک کا کم از کم ضرور ذکر کرتا ہے۔

راوی کے متعلق ائمہ کے اقوال جرح وتعدیل کا خلاصہ ذکرنہیں کرتا لیکن بعض اوقات اس قسم کے قول کونسبت سمیت ذکر کرتا ہے اس کیلئے ''وثقہ فلان'' اَو ''ضعفہ فلان'' جیسے الفاظ ذکر کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ جوالفاظ وہ ذکر کرتا ہے وہ اس کے نزدیک راجح ہوتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ علامہ خزرجی نے ذہبی کی کتاب ''تذھیب التھذیب'' کی تلخیص واختصار کر کے ایک نہایت ہی مفید کام سرانجام دیا ہے اور اپنی پوری توانائی اس میں صرف کی ہے لیکن اس میں دو باتیں بڑی اہم ہیں جن کی طرف پہلے بھی اشارہ کیا گیا ہے جن کی وجہ سے اس کتاب کی اہمیت بہت کم ہوگئی ہے۔

۱- راوی پر جرح وتعدیل کے متعلق جو کچھ آئمہ فن نے کہا ہے اسی کو بالکل نظرانداز کردیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی اہمیت کم ہوگئی ہے کیونکہ اس فن کی کتب سے محقق کی سب سے بڑی غرض یہ ہوتی ہے کہ زیر بحث راوی کے متعلق یہ معلوم کرے کہ آیا وہ ثقہ تھا یا غیر ثقہ لیکن اگر یہ بات معلوم نہ ہوتو ظاہر ہے کہ محقق کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔

۲- دوسری بات یہ کہ اکثر رواۃ کے سنِ وفات ذکر نہیں کیے گئے اس فن کی کتابوں میں یہ بھی ایک قسم کا نقص ہی شمار ہوتا ہے لیکن اس کی اہمیت پہلے کی نسبت کم ہے۔

انہیں نقائص کی بناء پر ڈاکٹر محمود طحان نے یہ کہا ہے کہ:

علامہ ذہبی کی کتاب ''الکاشف'' اور ابن حجر عسقلانی کی ''تقریب التھذیب'' کا مرتبہ خزرجی کی کتاب سے زیادہ ہے کیونکہ مذکورہ دونوں حضرات جرح و تعدیل کے اعتبار سے راوی کے مرتبہ اور اس کے سن وفات دونوں کا ذکر کرتے ہیں''۔

''اس پر اضافہ یہ ہے کہ مذکورہ دونوں حضرات راوی کے متعلق ائمہ فن کے اقوال کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے بعد میں اس کے مناسب حال کسی ایسے جملہ کا اضافہ کر دیتے ہیں جس سے خود بخود اس کے مرتبے کا تعین ہو جاتا ہے اس لیے ان حضرات کی مثال تو ان فقہا کی سی ہے جو نصوص سے احکام مستنبط کرنے کا کام سرانجام دیتے ہیں جبکہ علامہ خزرجی کی مثال ان مسائل کے ناقل کی سی ہے۔ جو صرف ان مسائل کو نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہے''۔ (۹۷)

اس سب کے باوجود اسماء الرجال کے فن میں خزرجی کے کام اور مقام کی اہمیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جزاهم الله خير الجزا، (۹۸)۔

چند مثالیں:

۱- **"(خ-ع) زيد بن أخرم بمعجمتين الطائي ابو طالب البصري الحافظ عن يحيى القطان و مسلم بن قتيبة و معاذ بن هشام، وعنه (خ-عم) وثقه أبو حاتم، قتله الزنج بالبصرة سنة سبع و خمسين و مائتين"** (۹۹)

۱- راوی کا نام: زید بن اخرم (۱۰۰) ہے طی قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے۔

۲- أبو طالب، کنیت ہے۔

۳- بصرہ کا رہنے والا ہے۔

۴- حافظ ہے (یہ محدثین کی اصطلاح میں ایسے آدمی کو کہتے ہیں جس نے ایک لاکھ حدیثوں کو مع سند حفظ (یاد) کیا ہو۔

۵- اس نے یحییٰ القطان (۱۰۱) و مسلم بن قتیبہ (۱۰۲) اور معاذ بن ھشام (۱۰۳) سے علم حدیث حاصل کیا ہے۔ یعنی یہ حضرات اس کے مشہور اساتذہ کرام ہیں۔

۶- خ ع: اس سے امام بخاری اور دیگر مؤلفین صحاح ستہ نے روایات لی ہیں۔

۷- أبو حاتم (رازی) (۱۰۴) نے اس کی توثیق کی ہے (یعنی اسے قابل اعتماد قرار دیا ہے)

۸- دوسوستاون (ہجری) میں اسے ایک حبشی نے بصرہ میں قتل کر دیا تھا۔

۲- (ت-س): زيد بن طبيان الكوفي عن ابي ذر، وعنه ربعي بن خراش'' (۱۰۵)

تشریح: ۱- راوی کا نام: زید بن طبیان ہے۔ (۱۰۶)

۲- کوفہ کا رہنے والا ہے۔

۳- اس نے اُبوذر سے حدیث پڑھی ہے (یعنی ابوذر (۱۰۷) اس کا حدیث کا استاد ہے)۔

۴- ربعی ابن خراش (۱۰۸) نے اس سے حدیث روایت کی ہے (یعنی ربعی زید کا شاگرد ہے)۔

و- التذكرة برجال العشرة: تاليف، ابو عبدالله محمد بن على الحسينى الدمشقى (۷۱۷-۷۶۵ھ) (۱۰۹)۔ یہ کتاب صحاح ستہ کے رواۃ کے علاوہ درج ذیل چار کتابوں کے رواۃ کے حالات پر مشتمل ہے:

۱- موطأ (۱۱۰)۔ ۲- مسند الشافعی (۱۱۱)۔ ۳- مسند احمد (۱۱۲)

۴- مسند ابوحنیفہ (جس کی تخریج حسین بن محمد خسرو نے امام ابوحنیفہ سے کی ہے) (۱۱۳)۔

یہاں یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ اس کتاب میں مؤلف نے صحاح ستہ کے مؤلفین کی دیگر تالیفات میں مذکورہ رواۃ کا ذکر نہیں کیا جیسا کہ علامہ مزی نے کیا ہے۔ صحاح ستہ کیلئے تو وہی رموز (اشارات) استعمال کئے ہیں جو علامہ مزی نے کیے ہیں اور باقی ماندہ مذکورہ چار کتابوں کیلئے الگ الگ رموز استعمال کیے ہیں۔ مسند احمد کے بارے میں دو قسم کے اشارات ذکر کیے ہیں۔ ایک ان روایات کیلئے جو امام احمد نے یا ان سے ان کے بیٹے عبداللہ نے روایات لی ہیں۔ اور دوسرے اشارہ ان روایات کیلئے ہے جو عبداللہ (احمد کے بیٹے) نے باپ کے علاوہ کسی اور سے لی ہیں۔ ان اشارات کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-	ع	صحاح ستہ	۵-	ت	جامع ترمذی	۹-	فع	مسند شافعیؒ
۲-	خ	صحیح بخاری	۶-	س	سنن النسائی		فعہ	مسند اُبوحنیفہؒ
۳-	م	صحیح مسلم	۷-	ق	سنن ابن ماجہ		ا	مسند احمد بن حنبلؒ
۴-	د	سنن اُبوداوٗد	۸-	ک	مؤطا امام مالک		عب	عبداللہ بن احمد کی وہ روایات جو انہوں نے اپنے باپ کے علاوہ دیگر اساتذہ کرام سے لی ہیں

اس کتاب کی تصنیف سے علامہ دمشقی کا مقصد یہ تھا کہ تین صدیوں کے مشہور رواۃ جن پر

مذکورہ بالا حدیث کی دس کتابوں کے مؤلفین نے اعتماد کیا ہے ان کے حالات جمع کیے جائیں۔ اپنے اس مقصد میں مؤلف بہت حد تک کامیاب رہا ہے اور یہ کتاب اسلامیات کے طلباء و محققین کیلئے نہایت مفید ہے۔ ڈاکٹر محمود طحان کے بقول یہ کتاب ابھی مخطوطہ کی شکل میں ہے اور مورخہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی تھی (۱۱۴)

ز- تعجیل المنفعة بزوائد رجال الائمة الأربعة: تالیف، حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۶ھ) (۱۱۵)

اس کتاب میں حافظ ابن حجر نے ائمہ اربعہ کی مذکورہ کتب حدیث کے ان راویوں کے حالات کا تذکرہ کیا ہے۔ جنہیں علامہ مزی نے اپنی کتاب ''تہذیب الکمال'' میں ذکر نہیں کیا۔ اس سلسلے میں ابن حجر نے علامہ دمشقی کی مذکورہ کتاب ''التذکرہ'' کا بھی مطالعہ کیا ہے اور اس سے استفادہ کیا اور بعض جگہ دمشقی کے اوہام پر اس کا تعاقب کیا ہے اور علامہ دارقطنی (۱۱۶) کی کتاب ''الغرائب عن مالک'' (۱۱۷) اور بیہقی (۱۱۸) کی کتاب ''معرفة السنن والآثار'' (۱۱۹) اور امام احمد بن حنبل (۱۲۰) کی کتاب۔۔ ''الزھد'' (۱۲۱) اور امام محمد بن الحسن (۱۲۳) کی کتاب ''الآثار'' (۱۲۳) سے حسینی کی کتاب پر بعض رواۃ حدیث کا اضافہ کیا ہے۔ علامہ ابن حجر نے دمشقی کے ائمہ اربعہ کیلئے رموز (اشارات) کو اسی طرح رہنے دیا اپنی طرف سے ایک رمز کا اضافہ کیا ہے اور وہ ہے: ''ھب'' اور یہ اشارہ ہر اس راوی کیلئے ہے جس کا استدراک علامہ نور الدین ھیثمی دمشقی (۱۲۴) کی مذکورہ کتاب پر اپنی تالیف ''الاکمال عن من فی مسند احمد من الرجال ممن لیس فی تہذیب الکمال'' (۱۲۵) میں کیا ہے۔

کتب ثقات:

فن تراجم رجال کی ان کتب میں مؤلفین نے صرف ثقہ رواتِ حدیث کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ علماء جرح و تعدیل کی جانب سے ان قسم کی تصانیف جس میں صرف ثقہ رواۃ کے تراجم تحریر کیے گئے ہیں بہت اچھا کام ہے اسے محقق کیلئے ثقہ راوی کی تلاش میں بہت آسانی ہوتی ہے کتب ثقات کی تعداد کافی ہے ان میں سے ہم چند مشہور کا تذکرہ کر رہے ہیں:

ا- **كتاب الثقات (۱۲۶): تاليف، أبو الحسن أحمد بنِ عبدالله بن صالح العجلى (۲۶۱ھ) (۱۲۷)۔**

ب- **كتاب الثقات: (۱۲۸) تاليف، محمد بن أحمد بن حبان البستى (۳۵۴ھ) (۱۲۹)**

ابن حبان نے یہ کتاب طبقات پر مرتب کی ہے پھر ہر طبقے کے رواۃ کے نام حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کے تین اجزاء ہیں:

۱- پہلا جزء طبقہ صحابہ کے لیے ہے۔

۲- دوسرے جزء میں تابعین کا بیان ہے۔

۳- تیسرے اور آخری جزء میں تبع تابعین کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ علامہ ابن حبان کی توثیق اس فن کے ماہرین کی نظر میں سب سے ادنی درجے کی توثیق خیال کی جاتی ہے۔ چنانچہ اسی سلسلے میں علامہ کتانی فرماتے ہیں:

''کہ ابن حبان نے اپنی اس کتاب میں مجہول رواۃ کی ایک کثیر تعداد ذکر کی ہے جن کے حالات کے متعلق کسی کو کوئی علم نہیں۔ اس سلسلے میں ابن حبان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ایسے افراد کا ذکر کر دیتے ہیں جس کی جرح کے متعلق کوئی نہیں جانتا اس لیے اس کتاب کا مطالعہ کرتے وقت محقق کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے۔ نیز یہ کہ کسی آدمی کی توثیق صرف اس بناء پر کرنا کہ اس کا ذکر ابن حبان کی مذکورہ کتاب میں ہے۔ یہ توثیق کے ادنیٰ مراتب میں سے ہے۔ کیونکہ ابن حبان بعض اوقات اپنی کتاب میں یہ کہتے ہیں: ''کسی راوی کے بارے میں علماء جرح کی خاموشی یعنی اس کے متعلق جرح کا علم نہ ہونا یہ اسکے عادل ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ جرح عدل کی ضد ہے تو جب تک کسی بارے میں عدل کی ضد یعنی جرح کا علم نہ ہوتو اسے عادل ہی سمجھا جائیگا'' عادل اور غیر عادل راوی کے درمیان فرق کا یہ معیار اور طریقہ بہرحال ایک ایسی چیز ہے کہ بعض اس میں ابن حبان کی موافقت کرتے ہیں جبکہ علماء کی اکثریت اس بات میں ان کی مخالف ہے'' (۱۳۰)

ج: **تاریخ اسماء الثقات ممن نقل عنهم العلم** (۳۱): تالیف، عمر بن اُحمد بن شاھین (۳۸۵ھ) (۱۳۲)۔

یہ کتاب حروف تہجی کے مطابق مرتب کی گئی ہے۔ اس میں صرف راوی اور اس کے باپ کے نام اور ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے اور کبھی کبھی اس راوی کے اساتذہ اور تلامذہ کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

۶- ضعفاء کے بارے میں کتابیں:

اس قسم کی کتب میں حدیث کے صرف ضعیف رواۃ کے تراجم ذکر کئے جاتے ہیں اور ضعفاء کے بارے میں لکھی گئی کتب تراجم کی تعداد کتب ثقات سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کتابوں میں ہر اس راوی کا تذکرہ آجاتا ہے جس کے بارے میں ماہرین فن (علماء جرح وتعدیل) نے کچھ نہ کچھ کیا ہو خواہ وہ راوی حقیقۃ ضعیف نہ بھی ہو۔

اس سلسلے کی مشہور کتابیں:

۱- **الضعفاء الکبیر** (۱۳۳): تالیف، امام محمد بن اسماعیل بخاری (۲۵۶ھ) (۱۳۴)

۲- الضعفاء الصغیر (۱۳۵)، ایضاً

مؤخر الذکر کتاب حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کی گئی ہے اور اس میں راوی کے نام کے پہلے حرف کا خیال رکھا گیا ہے۔

۳- کتاب الضعفاء والمتروکون (۱۳۶): تالیف، اُبوجعفر محمد بن عمرو العقیلی (۳۲۳ھ)(۱۳۷)

یہ بڑی ضخیم کتاب ہے اس میں مؤلف نے ضعیف رواۃ کے تمام انواع پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے ان کے حالات تحریر کیئے ہیں اور جن کی نسب کذب و وضع کی طرف تھی ان کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

۴- معرفۃ المجروحین من الحدیثین (۱۳۸): تالیف، اُبوحاتم محمد بن احمد بن حبان السبتی (۳۵۴ھ)(۱۳۹)

یہ کتاب حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کی گئی ہے اس کا آغاز ایک مفید مقدمے سے کیا گیا ہے جس میں ابن حبان نے اس موضوع (ضعیف رواۃ کی معرفت) کی اہمیت، جرح کا جواز اور اس کے متعلق دیگر مفید چیزیں ذکر کی ہیں اور اپنا طریقہ تصنیف بیان کیا ہے اور ابن حبان اس فن کے متشددین میں شمار کیے جاتے ہیں۔

۶- الکامل فی ضعفاء الرجال (۱۴۰): تالیف، اُبوعبداللہ بن عدی الجرجانی (۳۶۵ھ)(۱۴۱)۔

یہ بھی بڑی ضخیم کتاب ہے اس میں علامہ جرجانی نے ہر اس راوی کا تذکرہ کیا ہے جس کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل نے کچھ کہا ہے اگرچہ کسی راوی کے بارے میں دیگر علماء نے جرح کو رد ہی کیوں نہ کر دیا ہو۔ کتاب کے آغاز میں ایک طویل مفید مقدمہ ہے اور یہ کتاب حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کی گئی ہے۔

۷- میزان الاعتدال فی نقدالرجال (۱۴۲): تالیف، اُبوعبداللہ محمد بن احمد الذھبی (۷۴۸ھ)(۱۴۳) حافظ ابن حجر کے بقول مجروح (جن پر جرح کی گئی ہو) رواۃ لکھی جانے والے کتابوں میں سے جامع کتاب ہے (۱۴۴)۔

اس میں دی گئی ترتیب کے مطابق گیارہ ہزار ترپن (۱۱۰۵۳) رواۃ کے تراجم اس میں ذکر کیے گئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض رواۃ کا ذکر ایک سے زیادہ مرتبہ بھی آ گیا ہے۔ مثلاً اگر ایک راوی کا ذکر ایک مرتبہ انساب کی فصل آیا ہے تو دوسری مرتبہ اسماء کی فصل میں بھی آ گیا ہے۔ ڈاکٹر محمود

طحان کے بقول اس کتاب کا منہج کافی حد تک ابن عدی کی کتاب ''الکامل'' سے مشابہت رکھتا ہے۔ علامہ ذہبی نے اپنی اس کتاب میں ہر راوی کا ذکر کیا ہے جس کے بارے میں کچھ کلام کیا گیا ہے اگرچہ وہ راوی ثقہ ہی کیوں نہ ہو۔ ایسے ثقہ رواۃ کا ذکر وہ اس لیے نہیں کرتا کہ وہ راوی ضعیف یا مجروح ہیں بلکہ ان کا دفاع کرنے اور ان پر کیے گئے کلام کا رد کرنے کی غرض سے ان افراد کا ذکر کرتا ہے۔ کتاب کے شروع میں، ایک مقدمہ لکھا ہے جس میں ذہبی نے اس کتاب کا منہج بیان کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس نے یہ کتاب (میزان الاعتدال فی نقد الرجال) اپنی دوسری کتاب ''المغنی فی الضعفاء'' کے بعد تالیف کی ہے اور اس میں بعض دفعہ عبارات میں طوالت ہے اور ''مغنی'' پر بعض اضافے بھی ہیں۔ اس کے بعد اس نے مقدمے میں متکلم فیہ رواۃ کی تمام وہ انواع ذکر کی ہیں، جن پر یہ کتاب مشتمل ہے۔ اس کتاب میں راوی اور اس کے باپ کا نام حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔

اگر کسی راوی سے صحاح ستہ کے مؤلفین نے روایت لی ہے تو اس کیلئے ''رمز'' (ع) اور اگر اس راوی پر اربابِ سنن اربعہ نے اتفاق کیا ہے تو اس کے لیے ''عو'' بطور ''رمز'' استعمال کیا گیا ہے۔ پہلے رواۃ، (مردوں اور عورتوں) کے نام حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیے گئے ہیں، پھر ان آدمیوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اپنی کنیت سے مشہور تھے۔ اس کے بعد ان کا ذکر کیا گیا ہے جو اپنے باپ کی نسبت سے مشہور تھے۔ پھر جو اپنی (کسی) نسبت یا لقب سے شہرت رکھتے تھے۔ پھر مجہول الاسم اس کے بعد مجہول عورتیں۔ اس کے بعد جو عورتیں اپنی کنیت سے مشہور تھیں۔ آخر میں ان رواۃ کا ذکر کیا گیا ہے جن کا کوئی نام نہیں تھا۔ یہ کتاب بے حد مفید ہے اور متکلم فیہ رواۃ کے تراجم کی معرفت کیلئے تحریر کیے جانے والی کتب میں سب سے بہتر ہے اور ایک بنیادی مصادر کی حیثیت رکھتی ہے۔

ح: **لسان المیزان (۱۴۶): تالیف، حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) (۱۴۷)۔**

یہ کتاب دراصل علامہ (۱۴۸) ذہبی کی مذکورہ کتاب ''میزان الاعتدال'' (۱۴۹) کا اختصار ہے۔ ابن حجر نے اس کتاب سے خاص طور پر وہ تراجم کیے ہیں جن کا ذکر علامہ مزی کی کتاب ''تہذیب الکمال'' میں نہیں تھا۔ اور اس میں بہت سے ''متکلم فیہ'' رواۃ کا اضافہ کیا ہے اور اس اضافی ترجمہ کے بعد اشارہ لفظ ''ز'' اور حافظ عراقی نے جو ''میزان الاعتدال'' پر حاشیہ لکھا ہے اگر اس پر کسی قسم کا کوئی اضافہ کیا ہے تو اس لئے لفظ ''ذ'' بطور رمز (اشارہ) استعمال کیا ہے۔

اس کیلئے اگر کبھی اثنائے کلام علامہ ذہبی کی ''میزان الاعتدال'' کی کوئی عبارات نقل کر کے اس پر کوئی تنبیہ وغیرہ کی ہے تو ذہبی کی عبارت کے اختتام پر لفظ ''انتھی'' ضرور لکھا ہے تا کہ قاری کو اندازہ ہو کہ یہاں تک ذہبی کی بات تھی اور اب اس کے بعد کا حصہ ابن حجر کا ہے (۱۵۰)۔

ابن حجر نے کچھ رواۃ کے نام حذف کر دیئے تھے ان کو ''لسان المیزان'' میں نقل نہیں تھا۔ حالانکہ وہ ذہبی کی کتاب ''میزان الاعتدال'' میں تھے۔لیکن کتاب کے آخر میں ایک فصل کا اضافہ کر کے ان تمام متروک اسماء کو ذکر کیا ہے تاکہ اس کی کتاب ان تمام رواۃ کے اسمائے گرامی کو شامل ہو جائے جو ذہبی کی کتاب میں موجود ہیں۔ اس فصل کے شروع میں مؤلف نے اپنا منہج بھی بیان کیا ہے جس سے اس فصل میں استعمال کیے گئے رموز کے بارے میں بتایا گیا تھا کہ اگر کسی راوی کے نام سے پہلے ''صح'' لکھا ہوا ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر بلا دلیل جرح کی گئی ہے اور اگر اس سے پہلے ''مخ'' لکھا ہوا ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی وضاحت کر دی گئی تھی۔ اور اگر کوئی راوی ضعیف تھا اس کے ضعف کا درجہ بھی واضح کر دیا گیا تھا وغیرہ وغیرہ۔لیکن افسوس ہے کہ بعد کے کسی ناشر نے اس کتاب سے یہ اہم ''رموز'' حذف کر دیئے ہیں تو اب اس فصل میں اس قسم کے رواۃ کا ذکر عدم ذکر برابر ہی ہیں۔

ابن حجر نے اس فصل کے آخر میں لکھا ہے کہ:

اس فصل کے دو فائدے ہیں:

۱- ان تمام رواۃ کا احاطہ کرنا ہے جن کا ذکر مؤلف (ذہبی) نے اصل کتاب (تذھیب التھذیب) میں کیا ہے۔

۲- جو محقق رواۃ کے بارے میں معلوم کرنا چاہے اس کی مدد کرنا ہے تاکہ سہولت سے وہ ان کو تلاش کر سکے۔ اس فصل میں مذکور رواۃ کی تین حالتوں میں سے ایک ہوگی: (۱) یا وہ ثقہ ہوگا۔ (۲) یا مختلف فیہ ہوگا۔ (۳) یا ضعیف ہوگا۔ اور اگر کوئی مزید تفصیل دیکھنا چاہے تو ہماری کتاب ''تہذیب التھذیب'' میں دیکھ لے۔ (۱۵۱) اس کتاب میں رواۃ کے نام حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیے گئے ہیں۔ اسی طرح کنیتوں کو بھی مذکورہ ترتیب کے مطابق ذکر کیا گیا ہے۔ یہ کتاب چھ ضخیم جلدوں میں دائرہ معارف عثمانیہ حیدرآباد دکن ہند سے ۱۳۲۹ھ میں شائع ہو چکی ہے۔

۷- مخصوص شہروں کے رواۃ کے متعلق کتابیں:

کتابوں کی اس قسم میں علماء نے خاص خاص شہروں سے مختلف اہل علم وفضل کے حالات بیان کیے ہیں خواہ وہ اہل علم اس شہر کے رہنے والوں ہوں یا کسی دوسری جگہ نقل مکانی کر کے وہاں سکونت پذیر ہوئے ہوں۔ اس قسم کی کتابوں میں سرفہرست رواۃ حدیث کے تراجم کو رکھا گیا ہے۔ اس لئے یہ کتب بھی رواۃ کی تاریخ کے باب میں اہم مراجع سمجھی جاتی ہیں۔ علماء نے اس قسم کی متعدد کتب تحریر کی ہیں ذیل میں ہم صرف ان میں سے مطبوعہ کتب کا اختصار ذکر کریں گے۔

۱- تاریخ واسط (۱۵۲): تالیف، أبو الحسن أسلم بن سهل المشهور ب "عقیل" الواسطی (۳۸۸ھ)(۱۵۳)

۲- مختصر طبقات علماء افریقتیة و تونس (۱۵۴): تالیف، أبو العرب محمد بن احمد القیرواتی (۳۳۳ھ)(۱۵۵)۔اس کا اختصار أبو عمر احمد بن محمد بن المعافری الطلمنکی (۴۲۶ھ) (۱۵۶) نے کیا ہے۔

۳- تاریخ الرقة (۱۵۷): تالیف، محمد بن سعید القشیری (۳۳۴ھ)(۱۵۸)

۴- تاریخ داریا (۱۵۹): تالیف، ابو عبداللّٰہ عبدالجبار بن عبداللّٰہ الخولانی الدارانی (ولادت ۳۶۵ھ)(۱۶۰)۔

۵- ذکر أخبار أصبهان (۱۶۱): تالیف، أبو نعیم احمد بن عبداللّٰہ الأصبهانی (۴۳۰ھ)(۱۶۲)

۶- تاریخ جرجان (۱۶۳): تالیف، ابو القاسم حمزہ بن یوسف السهمی (۴۲۷ھ) (۱۶۴)

۷- تاریخ بغداد (۱۶۵): تالیف، احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی (۴۶۳ھ) (۱۶۶)۔ان مذکورہ کتب میں سے اکثر حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کی گئی ہیں۔

تاریخ بغداد کا دوسرا نام: مدینۃ السلام بھی ہے۔ یہ کتاب متعدد بار زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے۔ اور اہل علم میں متداول ہے۔ ایک مرتبہ دار الکتاب العربی، بیروت سے چودہ جلدوں میں جبکہ دوسری مرتبہ دار الکتب العلمیہ، بیروت سے چودہ جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔

مؤخر الذکر طبع کی جلد ۱۳ کا ضمیمہ ''الرد علی ابی بکر الخطیب البغدادی'' کے نام سے ''ابو المظفر الحنفی'' نے تحریر کیا ہے۔جس میں مؤلف نے امام ابو حنیفہ کے حالات کے بارے میں بغدادی کے نقطہ نظر کا رد کیا ہے۔

اور جلد نمبر ۱۵: ''المختصر المحتاج الیه من تاریخ الحافظ أبی عبداللّٰہ لابن الدبیثی'' (۱۶۷) کی تحریر ہے، جو دراصل ابو سعید السمانی (۱۶۸) کا ضمیمہ ہے جو سمعانی نے تاریخ بغداد کے لئے تحریر کیا تھا۔سمعانی کے اس ضمیمے کا اختصار امام ذہبی نے کیا ہے۔

تاریخ بغداد کا ایک ضمیمہ حافظ محب الدین ابی عبد اللہ محمد بن محمود بن الحسن المعروف با بن النجار البغدادی (۱۶۹) (۶۴۳ھ-۱۲۴۵م) نے تحریر کیا ہے جو تین جلدوں میں ڈاکٹر قیصر فرح کی تصحیح کے ساتھ مذکورہ مطبع سے ۱۴۰۵ھ-۱۹۸۵م میں شائع ہوئی ہے۔

اس ضمیمے سے ''المستفاد من ذیل تاریخ بغداد '' ابن النجار مذکور سے اس کے کاتب: احمد بن ایبک بن عبداللہ الحسینی عرف بابن الدمیاطی (۱۷۰) (۷۰۰-۷۴۹ھ) نے لکھا ہے۔ یہ بھی ڈاکٹر قیصر فرح کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ طبع ہوا ہے۔ تو اس طرح اب یہ کتاب انیس (۱۹) جلدوں میں طبع ہوئی ہے اور لائبریریوں کی زینت ہے۔

تاریخ بغداد کے مذکورہ بالا ضمیموں کی ایک جامع فہرست جناب السعید بن یسیعو نی زغلول نے مرتب کی ہے۔ یہ فہرست بھی مذکورہ مکتبہ سے پہلی مرتبہ ۱۴۰۷ھ-۱۹۸۷م میں شائع ہو چکی ہے۔

کتاب التداوین فی ذکر أهل القزوین: اس کتاب کا دوسرا نام: ''التدوین فی أخبار قزوین'' ہے۔ یہ کتاب علامہ عبدالکریم بن محمد الرافعی القزوینی (۶۲۳ھ) (۱۷۱) نے تحریر کی ہے۔ اس کی تحقیق وضبط نص شیخ عزیز اللہ العطاری نے کی ہے۔ یہ چار جلدوں میں دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان سے ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۷م میں شائع ہو چکی ہے۔

اس کے شروع میں چار فصلیں ہیں:

۱- پہلی فصل قزوین کے فضائل وخصائص کے بارے میں ہے۔

۲- دوسری فصل قزوین کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے۔

۳- تیسری فصل میں اس کی کیفیت تعمیر کی تفصیلات ہیں۔

۴- آخری فصل میں اس کے اردگرد کے مقامات، اس کی مساجد ومقابر کا تذکرہ ہے۔

اس کے بعد قزوین تشریف لانے والے صحابہ کرام وتابعین عظام کا ذکر خیر ہے۔ کتاب کا آغاز ان اسمائے گرامی سے کیا گیا ہے جو لفظ ''محمد'' سے شروع ہوتے ہیں۔ اور جن کے آباؤ اجداد کے نام ''الف'' سے شروع ہوتے ہیں: مثلاً محمد بن ابراھیم وغیرہ۔ یعنی آباء کے بارے میں حروف تہجی کی رعایت رکھی گئی گئے اور ہر نام کو فصل کے عنوان کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: یہ کتاب ابن العدیم، الصاحب کمال الدین عمر بن احمد بن جرادۃ (۵۸۸-۶۶۰ھ) (۱۷۲) نے تالیف کی ہے۔ ملک شام کی تاریخ پر یہ سب سے جامع اور مستند کتاب ہے۔ اسے ڈاکٹر سھیل زکاء صاحب نے تحقیق کر کے دار الفکر، بیروت، لبنان سے دس ضخیم جلدوں میں شائع کیا ہے۔ اور دو جلدیں (۱۱-۱۲) صرف اس کی فہارس پر مشتمل ہیں تو اس طرح اب یہ کتاب (۱۲) جلدوں میں دنیا بھر کی لائبریریوں کی زینت بنی ہوئی ہے۔

فن اسماء الرجال پر مندرجہ بالا بحث کے ہمارے پیش نظر دو مقصد تھے:

۱- اسلامی مؤرخین نے راویوں کے حالات پرکھنے اور جانچنے کے لئے جس فن کی ابتداء کی وہ

صرف اور صرف مسلمانوں کی ایجاد ہے اور انہی کا طرہ امتیاز ہے۔ اس بات کی گواہی مشہور مستشرق اسپیرنگر نے بھی دی ہے۔ (مقدمہ الاصابہ) لہٰذا ہمارا فن حدیث، تاریخ یا فن فقہ دنیا کے تمام فنون سے زیادہ ثقہ اور قابل اعتبار ہے۔

۲- مندرجہ بالا تفصیلی مباحث کو پیش کرنے کا ہمارے پیش نظر دوسرا مقصد یہ تھا کہ اہل دانش خاص کر فکر اسلامی کے حامل اسکالر اس بات کا جائزہ لیں کہ جدید دور میں اس فن کی کیا اہمیت ہے؟ اگر اس کی کوئی اہمیت ہے تو ہم اس میں مزید کیا اضافہ کر سکتے ہیں؟ آیا رجال کو جانچنے کی یہ شرائط و قیود ہمارے اسلام نے رکھی ہیں۔ ان میں کسی کمی بیشی کا احتمال ہے یا کہ نہیں؟

بہرحال یہ تو ایک طے شدہ امر ہے کہ فن اسماء الرجال کا ثانی و مثیل کسی دوسری تہذیب میں تلاش کرنا محال ہے۔ اس فن کی ایجاد وانتہاء صرف اور صرف مسلمانوں کا خاصا ہے۔

ہم نے اپنے مقالے میں صرف مملکتِ اسلامیہ کے مخصوص بلاد پر لکھی گئی کتب کا مختصرا تذکرہ کیا ہے ورنہ ان میں سے ہر کتاب ایسی ہے کہ اس پر علیحدہ مقالہ سپرد قلم کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے اسلاف نے تو انسانی طبقات پر کتب لکھی ہیں ان کی تو کوئی ایثار نہیں ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں نے اس فن کو زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی کر کے زندگی کو مضبوط کر دیا ہے۔

حواشی

۱- ارسال: المرسل ھو حدیث التابعی الکبیر الذی روی من الصحابۃ وجالسھم اذا قال قال رسول اللہ۔ مقدمہ ابن الصلاح، ص ۵۶: مطبوعہ حلب، ۱۹۳۱ء

۲- اس کے حالات ملاحظہ فرمائیں: تہذیب التھذیب ۱/ ۲۸-۲۸۴، ابن حجر عسقلانی۔

۳- ان کے حالات کے لئے دیکھیں: تہذیب التھذیب ۳/۱۰۲-۱۰۳، الاعلان بالتوبیخ، سخاوی: ۲۲۔

۴- بغدادی کے حالات دیکھیں: المنتظم، ابن الجوزی ۱۴/ ۱۲۹-۱۲۵۔

۵- ان کے حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیں: تھذیب التھذیب، ۶/ ۳۴۷-۳۴۸۔

۶- ان کے حالات کے لئے دیکھیں: تھذیب التھذیب، ۱۰/ ۵-۸۔

۷- الاعلان بالتوبیخ ممن ذم التاریخ، ص ۹، محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی، دمشق ۱۹۳۰م۔

۸- تاریخ العلماء والرواۃ للعلم بالاندلس ۱/ ۲۲۵، عبداللہ بن یوسف ابن الفرضی، القاہرہ، ۱۹۴۵م۔

المذہب فی معرفۃ اعیان المذہب، ص ۱۵۴، ابن فرحون الریباج، القاہرا، ۱۳۲۹ھ

۹- مقدمہ صحیح مسلم، ۱/ ۲۶۔

۱۰- الاعلان بالتوبیخ، ص: ۹-۱۰۔

۱۱- سابق مرجع، ص: ۱۰

۱۲- ایضاً۔

۱۳- المعجم الوسیط، ۱/ ۱۳، المکتبۃ العلمیۃ، طہران۔

۱۴- المعرب من الکلام الاعجمی علی حروف المعجم، ص: ۸۹، القاہرہ، ۱۳۶۱ھ۔

۱۵- الاعلان بالتوبیخ، ص: ۷۔

۱۶- سابق مرجع، ص: ۴۶۔

۱۷- شذرات الذھب، ۳/ ۱۹۶-۱۹۷، النجوم الزاھرۃ، ۴/ ۲۵۱۔

۱۸- یہ کتاب نور الدین شریبہ کی تحقیق کے ساتھ دار الکتاب العربی مصر سے پہلی مرتبہ ۱۳۷۲ھ-۱۹۵۳ میں شائع ہو چکی ہے۔

۱۹- شذرات الذھب، ۷/ ۲۶۹۔

۲۰- ایضاً۔

۲۱- طبقات نگاری۔ آغاز وارتقاء، فکر ونظر، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ص: ۳۶، شمارہ ۳، ج ۲۲، جنوری، مارچ ۱۹۸۵ء/ ۱۴۰۵ھ، ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی۔

۲۲- معجم المؤلفین، ۱/ ۱۲۷، الدرر الکامنۃ، ۳/ ۶۳-۱۷، شذرات الذھب، ۶/ ۱۸۰-۱۸۱۔

۲۳- شذرات الذھب، ۳/ ۳۷۲، النجوم الزاھرۃ، ۵/ ۵۴۔

۲۴- معجم المؤلفین، ۱/ ۲۵۴۔

۲۵- فہرست ابن خیر، ص: ۲۰۷، طبع قسطہ، ۱۸۹۳م، ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ کتاب ناپید ہے، طبقات نگاری، فکر ونظر، ص ۴۸، حاشیہ نمبر ۴۷، (دائرہ معارف اسلامیہ، ۱۲/ ۴۰۶-۴۰۸، پنجاب یونیورسٹی لاہور)

۲۶- الاعلان بالتوبیخ، ص: ۸۸-۱۰۹۔

۲۷- اس کا پورا نام: یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر ابن عاصم النمری، الاندلسی، القرطبی، المالکی ہے اور کنیت ابوعمر ہے۔ محدث، حافظ، مؤرخ، انساب کا ماہر، فقیہ، نحوی، ان کے سن ولادت کے بارے میں تین اقوال ہیں: ربیع الاول، جمادی الاول اور رجب، ۳۶۸ھ۔ قرطبہ میں پیدا ہوئے اور ۴۶۳ھ میں فوت ہوئے۔ سیر اعلام النبلاء، للذھبی: ۱۱/ ۱۸۱، وفیات الأعیان

لابن خلکان: ۲/ ۴۵۸-۴۶۱۔

البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ۱۲/ ۱۰۴، شذرات الذھب لابن العماد: ۳/ ۳۱۴-۳۱۶۔

۲۸- یہ کتاب حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب: ''الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ'' کے حاشیے پر دار احیاء التراث العربی، لبنان سے ۱۳۲۸ھ میں شائع ہوچکی ہے۔

۲۹- معجم المؤلفین، عمر رضا کحالہ: ۷/ ۲۲۸، دار احیاء التراث العربی، لبنان، کحالہ نے اس ابن الأثیر کی درج ذیل کتب کا ذکر کیا ہے: الکامل فی التاریخ، اللباب فی تہذیب الأنساب، الجامع الکبیر فی علم البیان۔ کتاب الجہاد۔ اس کے مزید حالات زندگی کی لئے دیکھیں، سیر اعلام النبلاء للذہبی: ۱۳/ ۲۰۹۔ وفیات الأعیان لابن خلکان: ۱/ ۳۶۸، طبقات الشافعیہ للسبکی: ۵/ ۱۲۷ تذکرۃ الحفاظ للذہبی: ۴/ ۱۸۵-

۱۸۶، کشف الظنون لحاجی خلیفہ: ۸۲، ۱۷۵، ۱۳۸، ۱۴۱۰۔

۳۰- مقدمۃ أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ: ۱/ ۵، دار احیاء التراث العربی، لبنان۔

۳۱- اس کا پورا نام: اسحاق بن محمد بن یحیٰ بن مندۃ (اس کا نام ابراھیم ہے) بن الولید العبدی، الاصبھانی ہے۔ اس کی متعدد کتب ہیں: کتاب الایمان، کتاب التوحید، کتاب الصفات، کتاب التاریخ، کتاب معرفۃ الصحابۃ، مؤخر الذکر کا حوالہ ابن الأثیر نے دیا ہے۔ معجم المؤلفین: ۲/ ۲۳۸۔

۳۲- اس کا پورا نام: أبو نعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسی بن مھران الأصبھانی الشافعی ہے۔ محدث، مؤرخ، صوفی (۳۳۶-۴۳۰ھ) ان کی تالیفات میں: حلیۃ الأولیاء، تاریخ اصبہان، دلائل النبوۃ، معرفۃ الصحابۃ۔ اس کتاب کا حوالہ ابن اثیر نے دیا ہے۔ مستخرج علی الصحیحین۔ ان کے حالات کیلئے دیکھیں: وفیات الأعیان: ۱/ ۳۲، لسان المیزان لابن حجر: ۱/ ۲۰۱-۲۰۲، البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ۱۲/ ۴۵، تذکرۃ الحفاظ للذہبی: ۳/ ۲۷۵-۲۷۹، طبقات الشافعیۃ للسبکی: ۳/ ۷-۱۱، میزان الاعتدال للذہبی: ۱/ ۵۲، کشف الظنون لحاجی خلیفہ: ۱/ ۵۳-۱۱۶، ۲۸۲، شذرات الذھب لابن العماد: ۳/ ۲۴۵۔

۳۳- اس کا ذکر حاشیہ نمبر ۲۷ پر گذر چکا ہے۔

۳۴- اس کا پورا نام: محمد بن عمر بن احمد بن عمر بن محمد ابن احمد المدینی، الشافعی ہے۔ کنیت أبو موسی ہے۔ محدث، حافظ، لغوی، ذی القعدۃ ۵۰۱ھ کو اصبھان میں پیدا ہوئے۔ ۹ جمادی الأول ۸۱ھ کو اصبھان ہی میں فوت ہوئے۔ ان کی متعدد تالیفات ہیں، ان میں ''عوالی التابعین''،

الأخبار الطوال'' خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔اس کے تفصیلی حالات کیلئے دیکھیں: معجم المؤلفین: ۱۱/ ۶۷، وفیات الأعیان لابن خلکان: ۱/ ۶۱۵، طبقات الشافعیة للسبکی: ۴/ ۹۰-۹۲، تذکرة الحفاظ للذھبی: ۱۲۴-۱۲۶، ھدیة العارفین للبغدادی: ۲/ ۱۰۰-۱۰۱'

۳۵- یہ کتاب چار جلدوں میں متعدد بار شائع ہو چکی ہے اور اہل علم میں متداول ہے ایک دفعہ دار احیاء التراث العربی، لبنان سے شائع ہوئی ہے۔

۳۶- یہ کتاب متعدد مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔۱۳۵۸ھ-۱۹۳۹ء میں مصطفیٰ محمد کے زیر اہتمام دار احیاء التراث العربی، لبنان سے چار جلدوں میں علامہ عبدالبر القرطبی کی کتاب ''الاستیعاب'' کے ساتھ بھی شائع ہوئی ہے۔

۳۷- ان کے حالات کیلئے دیکھیں: الضوء اللامع ۲/ ۳۶۔البدر الطالع: ۸۷۸، آداب اللغة: ۳/ ۱۶۵۔الأعلام للزرکلی: ۱/ ۱۷۹، دار العلم للملایین، لبنان۔

۳۸- مقدمہ ''الإصابة'': ۱/ ۶-۹۔

۳۹- ان کے حالات کے لئے دیکھیں: النجوم الزاھرة فی ملوک مصر والقاھرة، جمال الدین أبی المحاسن یوسف بن تغری بردی الاتابکی (۸۱۳-۸۷۴ھ)، ۲/ ۲۵۸، تہذیب التھذیب لابن حجر عسقلانی: ۹/ ۱۶۱۔

۴۰- یہ کتاب ۱۴۰۵ھ-۱۹۸۵ء میں دار صادر، لبنان، بیروت سے آٹھ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔اور نویں جلد صرف فہارس پر مشتمل ہے۔

۴۱- ان کا پورا نام: محمد بن أحمد بن عثمان بن قایماز بن عبداللہ الترکانی الأصل، الفاروقی، الدمشقی، الذھبی، الشافعی ہے۔ اور کنیت أبو عبداللہ شمس الدین ہے۔ محدث، مؤرخ (۶۷۳-۷۴۸ھ)۔۳ ذی القعدہ، ۷۴۸ھ کو دمشق میں فوت ہوئے۔ان کی متعدد تالیفات ہیں، ان میں سب سے ضخیم کتاب ''تاریخ الاسلام'' ہے۔ جو اکیس (۲۱) جلدوں میں ہے۔اس کے علاوہ: میزان الاعتدال فی نقد الرجال، طبقات الحفاظ، تجرید الأصول فی احادیث الرسول، والمشتبة فی اسماء الرجال۔ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔معجم المؤلفین: ۸/ ۲۹۰، شذرات الذھب لابن العماد: ۶/ ۱۵۳-۱۵۴۔

۴۲- اس کا پورا نام: السید شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن الحسن ابن عبداللہ الحسینی الواسطی الشافعی ہے (۷۱۷-۷۶۵ھ)۔ اس نے ابو نعیم اصبہانی کی کتاب: ''حلیة الأولیاء فی طبقة الاصفیاء'' کا اختصار کیا ہے، جس کا نام: ''مجمع الاحباب'' رکھا ہے۔ اسکے علاوہ اس نے

''تفسیر کبیر''، مختصر ابن حاجب کی شرح تین جلدوں میں لکھی ہے۔ اصول الدین، حالات کے لئے دیکھیں: شذرات الذھب لابن العماد: ۶/ ۲۰۵-۲۰۶، معجم المؤلفین: ۹/ ۱۹۸۔

۴۳- اس کا پورا نام: الحافظ ابوالفضل تقی الدین بن فہد المکی ہے (۷۸۷-۸۷۱ھ) ... کا نسب محمد بن حنفیہ سے جا ملتا ہے۔ ذیل تذکرۃ الحفاظ للذھبی: ص،۳-۵، داراحیاء التراث العربی، بیروت۔

۴۴- اس کے حالات کے لئے: شذرات الذھب لابن العماد: ۸/۵۱-۵۵، پورا نام، عبدالرحمٰن بن اَبی بکر بن محمد بن ابی بکر بن محمد بن خضر بن ایوب ابن محمد ھمام الدین الخضری، مصری، الشافعی (۸۴۹-۹۱۱ھ)۔ حسن المحاضرۃ: ۱/ ۱۸۸-۱۹۵۔

۴۵- یہ کتاب متعدد مرتبہ فن طبع سے آراستہ ہو چکی ہے اور اہل علم کے درمیان متداول ہے۔ ایک دفعہ داراحیاء التراث العربی، لبنان سے اکیس جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

۴۶- اس کے حالات دیکھیں: الفہرست لابن ندیم، ۱/ ۲۳۰، تاریخ بغداد: ۲/۳۴۴، تہذیب الأسما واللغات: ۱/ ۶۷-۶۷، وفیات الأعیان لابن خلکان: ۱/ ۵۷۶-۵۷۷، الکامل فی التاریخ لابن اثیر: ۷/ ۹۷، تھذیب التھذیب لابن حجر عسقلانی: ۹/ ۴۷-۵۵، البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر: ۱۱/۲۴-۲۸، طبقات الحنابلۃ للفراء: ۲۰۱-۲۰۳، تذکرۃ الحفاظ للذھبی: ۲/۱۲۲-۱۲۴، طبقات الشافعیۃ للسبکی: ۲/۴-۱۹، شذرات الذھب لابن العماد: ۲/۱۳۰-۲۰۳، معجم المؤلفین عمر رضا کحالہ: ۹/۵۲۔

۴۷- اس ترتیب کا ذکر خود امام بخاری نے اپنی اس کتاب کے مقدمے میں کیا ہے۔ التاریخ الکبیر ۱/ ۱۱۔

۴۸- میزان اعتدال، ۱/۲ و۲/ ۲۰۶۔ ۱۴۰۷ھ-۱۹۸۷م دارالفکر، لبنان، بیروت سے شائع ہو چکی ہے اور دو جلدوں میں اس کی فہارس الگ شائع ہوئی ہیں۔ پہلی جلد حدیث وآثار پر جبکہ دوسری جلد تراجم رجال واعلام پر مشتمل ہے۔ امام بخاری کی ایک اور کتاب ''التاریخ الصغیر'' کے نام سے ہے۔ مؤخرالذکر دو جلدوں میں دارالمعرفۃ بیروت سے طبع اوّل، ۱۴۰۶ھ-۱۹۸۶م میں شائع ہوئی ہے۔ اس کی تحقیق محمود ابراہیم زاید نے کی یہ جبکہ فہارس ڈاکٹر یوسف المرعشیلی نے مرتب کی ہیں۔

۵۰- اس کا پورا نام: عبدالرحمٰن بن محمد ابی حاتم ابن ادریس بن المنذر التمیمی الحنظلی

الرازی علی (۲۴۰-۳۲۷ھ) ہے اور ابو محمد کنیت ہے۔ حافظ، محدث، اس کی متعدد کتب ہیں: الجرح والتعدیل آٹھ جلدوں میں طبع ہو چکی ہے، والرد علی الجہمیۃ، علل الحدیث، والمسند والکنی، والفوائد الکبری، والمراسیل، اعلام ۴/ ۱۹۹، المطبعۃ الکاثعہ لیکیۃ، مقدمہ: ''الجرح والتعدیل'' ۱/ د-ح، شذرات الذھب لابن العماد، ۲/ ۳۰۸۔

۵۱- یہ کتاب آٹھ متسدط جلدوں میں ایک مرتبہ ''مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد کن، ہند سے ۱۳۷۱ھ-۱۹۵۲م میں اور پھر دار الکتب العلمیۃ، بیروت سے شائع ہوئی ہے۔

۵۲- العبر فی خبر من غبر للذھبی (۷۴۸ھ)، ت: ابو ھاجر محمد سعید بن بسیونی زغلول، ۲/ ۱۹۳۔ اس نے صحیح بخاری ومسلم کے رجال پر بھی ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام: الجمع بین رجال الصحیحین'' رکھا ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں میں دار الکتب العلمیہ، بیروت سے دوسری دفعہ ۱۴۰۵ھ میں شائع ہوئی ہے۔ تذکرۃ الحفاظ للذھبی، ۳/ ۳۱۶، شذرات الذھب لابن العماد، ۳/ ۱۵۱۔

۵۳- اس کتاب کا دوسرا نام ''رجال صحیح بخاری'' ہے۔ یہ عبد اللہ اللیثی کی تحقیق سے دار المعرفۃ، بیروت، لبنان سے ۱۴۰۷ھ-۱۹۸۷م میں دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

۵۴- ان کے حالات کے لئے، تذکرۃ الحفاظ ذہبی، ۳/ ۱۰۸- العبر، ۳/ ۱۶۳- شذرات الذھب، ۳/ ۲۳۳۔

۵۵- معجم المؤلفین، کحالہ: ۱۰/ ۹۸، وفیات الأعیان لابن خلکان، ۴/ ۲۸۷-۲۸۸- شذرات الذھب، ۴/ ۱۸-۱
المنتظم فی تاریخ الأمم والملوک عبدالرحمٰن بن علی بن محمد ابن الجوزی (۵۹۷ھ)، ۸/ ۱۳۶- ت محمد عبد القادر عطا- مصطفیٰ عبد القادر عطا- مراجعہ نعیم زرزور، دار الکتب العلمیہ، بیروت- ط: ۱، ۱۴۰۲ھ-۱۹۹۲م- لسان المیزان لابن حجر، ۵/ ۶۰۷-۳۱۰- البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر، ۱۲/ ۱۷۶-۱۷۷۔ تذکرۃ الحفاظ للذھبی، ۴/ ۳۷-۴۱- العبر للذھبی، ۲/ ۳۹۰- الکامل فی التاریخ، ۸/ ۲۶۸۔

۵۶- الجمع بین رجال الصحیحین، ۱/ ۴۔

۵۷- العبر للذھبی، ۲/ ۲۳۱- الکامل فی التاریخ، ۷/ ۳۲۲- البدایۃ والنہایۃ ۱۲/ ۱۸-۱۹- شذرات الذھب، ۳/ ۲۰۴- النجوم الزاھرۃ، ۴/ ۲۶۲۔

۵۸- اس کا پورا نام: محمد بن احمد بن عبد الھادی بن عبد الحمید بن یوسف بن محمد قدامہ المقدسی، الجماعیلی

الأصل، الصالحی، الحنبلی ہے (شمس الدین ابو اللہ)، مقری، فقیہ، اصولی، نحوی، محدث، حافظ، مفسر، لغوی، (۵۴۱-۶۰۰ھ) رجب میں پیدا ہوئے اور دمشق میں ۱۰ جمادی الأولی میں فوت ہوئے۔ ان کی کئی تالیفات ہیں: الأحکام الکبری، المحرر فی الأحکام، شرح تسھیل الفوائد وتکمیل المقاصد لابن مالک (علم نحو کے بارے میں دو جلدوں میں)۔ والرد علی السبکی علی ردہ علی ابن تیمیہ- الدرر الکامنۃ لابن حجر، ۳/۳۳۲-۳۳۱، ھدیۃ العارفین، ۲/۱۵۱-۱۶۷- کشف الظنون لحاجی خلیفہ، ۱۹۸-۴۵۳، ۱۶۱۸-۱۸۵۶- معجم المؤلفین، ۵/۶۷۵- النجوم الزاھرۃ، ۶/۱۸۵-۱۸۶- البدایۃ النھایۃ، ۱۳/۳۸-۳۹- شذرات الذھب، ۴/۳۴۵-۳۴۶۔

۵۹- حافظ ابو الحجاج یوسف بن زکی المزی (۷۴۳ھ)، معجم المؤلفین، ۵/۲۷۵- النجوم الزاھرۃ، ۶/۱۸۵-۱۸۶- البدایۃ النھایۃ، ۱۳/۳۸-۳۹- شذرات الذھب، ۴/۳۴۵-۳۴۶- طبقات الشافعیۃ للسبکی، ۴۳/۳۹۵۔ علامہ مزی کی کتاب ''تھذیب الکمال'' کا ایک خلاصہ امام شمس الدین محمد بن احمد ابن عبدالھادی الحنبلی نے ''منتقی من تھذیب الکمال فی اسماء الرجال'' کے نام سے لکھا ہے۔ الذیل علی طبقات الحنابلہ، ابن رجب، ۳/۴۳۸، القلائد الجوھریۃ، ابن طولون، ۲/۴۳۴۔

۶۰- اس کا ذکر حاشیہ نمبر ۴۱ پر گذر چکا ہے۔

۶۱- یہ کتاب تین جلدوں میں دار الکتب العلمیہ، بیروت سے ۱۴۰۳ھ-۱۹۸۳م میں شائع ہوئی ہے اور اس کتاب پر تفصیلی کلام آگے آرہا ہے۔

۶۲- اس کا ذکر حاشیہ نمبر ۴۱ پر گذر چکا ہے۔

۶۳- اس کا ذکر حاشیہ نمبر ۳۷ پر گذر چکا ہے۔

۶۴- اس کتاب کا تفصیلی ذکر آگے حاشیہ نمبر ۶۰ پر آرہا ہے۔

۶۵- اس کتاب کا ذکر حاشیہ نمبر ۶۵ پر آرہا ہے۔

۶۶- اس کا پورا نام: احمد بن عبداللہ بن ابی الخیر بن عبدالعلیم ابن عبداللہ علی بن حسن الخزرجی الأنصاری الساعدی، ۹۰۰۱-۹۲۳ھ یا ۲۴)- الاعلام الزرکلی ۱/۱۵۴- معجم المطبوعات العربیۃ والمعربیۃ، یوسف الیان سرکیس، ۱/۸۲۲- مکتبہ آیۃ اللہ العظمی المرعشی النجفی، قم، ایران (۱۹۲۸م)۔

۶۷- اس کا ذکر حاشیہ نمبر ۳۰ پر گذر چکا ہے۔

۶۸- مقدمہ تھذیب التھذیب لابن حجر، ۱/۲-

۶۹- اس کا ذکر حاشیہ نمبر ۳۱ پر گذر چکا ہے۔

۷۰- طبقات الشافیعہ الکبری، لتاج الدین ابن نصر عبدالوھاب بن علی بن عبدالکافی السبکی (۷۲۷-۷۷۱ھ)، ۱۰/۴۰۱، ت: عبدالفتاح محمود محمد الطناجی، داراحیاء الکتب الاسلامی قاہرہ۔

۷۱- یہ کتاب پینتیس ضخیم جلدوں میں ڈاکٹر بشار عواد معروف کی تحقیق سے مؤستہ الرسالۃ، بیروت سے ۱۴۰۲ھ-۱۹۸۳م میں دوسری مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔

۷۲- اس کا پورا نام: الحافظ علاء الدین مغلطائی بن قلیج بن عبداللہ الحکری الحنفی ہے۔ ۴ شعبان، ۷۶۲ھ کو فوت ہوئے۔ شذرات الذھب لابن العماد، ۶/ ۱۹۷- البدیۃ لابن کثیر ۱۴/۲۸۲۔ لسان المیزان، ۶/۷۲۔ النجوم الزاھرۃ، ۶/ ۱۹۷۔

۷۳- مقدمۃ، تھذیب الکمال: ۱/ ۲۰۔

۷۴- تہذیب التھذیب، ۱/ ۸۔

۷۵- مرجع السابق، ۱/۳۔

۷۶- مرجع السابق، ۱/ ۷۔

۷۷- تہذیب الکمال للمزی، ۱/

۷۸- مقدمہ تہذیب الکمال، ۱/ ۱۴۹-۱۵۰۔

۷۹- علامہ ذہبی کا ذکر پہلے حاشیہ نمبر ۱۵ پر گذر چکا ہے۔

۸۰- اس کا ذکر حاشیہ نمبر ۳۳ پر گذر چکا ہے۔

۸۱- مقدمہ تہذیب التھذیب، ۱/ ۳

۸۲- مرجع سابق، ۱/ ۸۔

۸۳- الکاشف للذھبی، ۱/ ۱۰۔

۸۴- مرجع سابق، ۱/ ۱۱۔

۸۵- اس کا ذکر پہلے حاشیہ نمبر ۱۱ پر گذر چکا ہے۔

۸۶- مقدمہ تہذیب التھذیب، ص ۳-۹۔

۸۷- یہ کتاب۔ تہذیب التھذیب- بارہ (۱۲) ضخیم جلدوں میں ۱۴۰۴ھ-۱۹۸۴م میں دارالفکر بیروت سے شائع ہو چکی ہے اور دو جلدوں میں اس فہارس ۱۴۰۹ھ-۱۹۸۸م میں مذکورہ مطبع سے شائع ہوئی ہے۔

۸۸- ابن حجر کا ذکر حاشیہ نمبر ۱۱ پر گذر چکا ہے۔

۸۹- مقدمہ تقریب التھذیب، ص: ۳-۴۔

۹۰- یہ کتاب۔ تقریب التھذیب- دو جلدوں میں دار المعرفۃ، بیروت سے ط۲، ۱۳۹۵ھ-۱۹۵۵م
میں شائع ہوئی ہے۔

۹۱- تقریب التھذیب، ۱/ ۴۲۴- ترجمہ ۴۵۔

۹۲- مرجع سابق، ۲/ ۱۹۹۔ ترجمہ نمبر ۴۵۔

۹۳- علامہ خزرجی کا پہلے نمبر ۶۶ پر گذر چکا ہے۔

۹۴- اس کتاب۔ تقریب التھذیب- کا تفصیلی تعارف پہلے گذر چکا ہے۔

۹۵- مقدمہ خلاصۃ تذھیب لتھذیب الکمال، ص: ۲۔

۹۶- یہ وہی اضافہ ہے جو ابن حجر نے بھی اپنی کتاب ''تقریب التھذیب'' میں کیا ہے۔
ممکن ہے کہ یہ لفظ علامہ خزرجی نے ابن حجر سے لیا ہو۔ تقریب التھذیب کا ذکر پہلے حاشیہ
نمبر ۶۲ پر گذر چکا ہے۔

۹۷- اصول التخریج ودراسۃ الاسانید، محمود طحان، ص: ۱۹۲۔

۹۸- یہ کتاب۔ خلاصۃ تذھیب تھذیب الکمال- ایک ضخیم جلد میں ۱۳۰۱ھ میں مطبعہ میں قاہر، مصر
سے شائع ہو چکی ہے

۹۹- خلاصہ تذھیب تھذیب الکمال، ۱/ ۱۰۷-۱۰۸۔

۱۰۰- تھذیب التھذیب، ۳/ ۳۳۹۔

۱۰۱- سابق مرجع، ۱۱/ ۳۶۶۔

۱۰۲- شذرات الذھب، ۲/ ۱۶۹، النجوم الزاھرۃ، ۵/ ۷۵۔

۱۰۳- تھذیب التھذیب، ۱۰/ ۱۷۷

۱۰۴- ابو حاتم رازی کا ذکر پہلے حاشیہ نمبر ۵۰ پر گذر چکا ہے۔

۱۰۵- خلاصۃ تذھیب تھذیب الکمال، ۱/ ۱۰۹۔

۱۰۶- اس کے حالات کے لئے دیکھیں تھذیب التھذیب، ۳/ ۳۵۹۔

۱۰۷- ابوذر کے حالات کے لئے دیکھیں، سابق مرجع، ۱۲/ ۹۸۔

۱۰۸- سابق مرجع، ۳/ ۲۰۵۔

۱۰۹- شذرات الذھب، ۶/ ۲۰۴- البدایۃ النھایۃ، ۱۴/ ۳۰۷- الدرر الکامنۃ، ابن حجر،
۴/ ۱۷۹- تھذیب الکمال، ۱/ ۶۳- اس نے ''مسند احمد'' کے رجال- رواۃ- پر ایک

کتاب لکھی ہے، جس کا نام انہوں نے: ''الاکمال فی ذکر من لہ روایۃ فی مسند احمد من الرجال'' سوی من ذکر فی تہذیب الکمال'' رکھا ہے۔

۱۱۰- اس سے مراد مؤطا امام مالک ہے۔

۱۱۱- مسند امام شافعی (۲۰۴ھ) اس کو محمد عابد السندی نے مرتب کیا ہے۔ تقدیم محمد زاہد الکوثری یہ کتاب ''مکتب البحوث والدراسات فی دار الفکر، بیروت سے ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۷ میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی ہے۔

۱۱۲- یہ امام احمد بن حنبل (م۲۴۱ھ) کی تالیف ہے' متعدد مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ مطلقاً مسند سے یہی مراد ہوتی ہے۔

۱۱۳- جامع المسانید: ابوالمؤید محمد بن محمود الخوزرزمی (م۶۶۵ھ) نے مذکورہ کتاب میں پندرہ (۱۵) مسانید ابوحنیفہ کا ذکر کیا ہے۔ اس میں یہ مسند دسویں نمبر پر ہے۔

۱۱۴- اصول التخریج ودراسۃ الاسانید، ص: ۱۹۷-۱۹۸۔

۱۱۶- ان کا پورا نام: علی بن احمد بن مھدی بن مسعود بن دینار بن عبداللہ البغدادی، الدارقطنی ہے۔ (۶-۳۰۵-۳۸۵ھ) (''دارقطنی'' بغداد میں ایک محلّہ ہے۔ ان کی نسبت اس محلے کی طرف ہے)۔ شافعی المسلک تھے۔ محدث، فقیہ، حافظ تھے۔ ان کی متعدد کتب ہیں: المختلف والمؤتلف فی اسماء الرجال۔ غریب اللغۃ - کتاب القراءات کتاب السنن المعرفۃ مذاہب الفقہی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: معجم المؤلفین، ۱/۴۱۷-۴۱۸ البدایۃ، والنھایۃ ۱۱/۳۱۷، ۳۱۸، تذکرۃ الحفاظ للذھبی، ۳/۱۸۶-۱۹۰- النجوم الزاہرۃ، ۴/۱۷۲- شذرات الذھب، ابن العماد الحنبلی، ۳/۱۱۶۔

۱۱۷- اس کتاب میں امام دارقطنی نے وہ احادیث جمع کی ہیں جو مؤطا امام مالک میں نہیں ہے۔ الرسالۃ المستطرفۃ، ص: ۹۴-۹۵۔

۱۱۸- اس کا پورا نام: احمد بن الحسین بن علی بن عبداللہ بن موسی البیہقی، الخراسانی، الشافعی ہے۔ ابوبکر کنیت ہے۔ محدث، فقیہ، شعبان ۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰ جمادی الاول کو ۴۸۵ھ میں نیساپور میں فوت ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد ان کا تابوت بیہق منتقل کیا گیا۔ انہوں نے متعدد کتب تالیف کی ہیں۔ ان میں: ''السنن الکبری'' (حدیث میں) دس جلدوں میں، المبسوط فی نصوص الشافعیۃ'' دس جلدوں میں'' شعب الایمان دوجلدوں میں'' دلائل النبوۃ'' تین جلدوں

میں۔ اور مناقب شافعی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ معجم المؤلفین: ۱/۲۰۶، سیر اعلام النبلاء، ۱۱/۱۸۴-النجوم الزاہرۃ، ۵/۷۷-شذرات الذہب، ۳/۳۰۴-۳۰۵- وفیات الاعیان، ۱/۷۵۔

۱۱۹- یہ کتاب السید احمد صقر کی تحقیق کے ساتھ مطابع الاہرام التجاریۃ، مصر ۱۹۶۹م میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کا دوسرا نام: معرفۃ الشافعی بالسنن والآثار'' ہے۔ دلائل النبوۃ، ۱/۱۱۳ (مقدمہ)۔

۱۲۰- ان کا پورا نام: احمد بن حنبل بن ہلال بن اسد بن ادریس بن عبداللہ حیان بن عبداللہ ابن انس بن عوف بن قاسط بن مازن بن شیبان الشیبانی، المروزی، البغدادی ہے۔ اور کنیت عبداللہ ہے (۱۶۵-۲۴۱ھ)۔ عجیب اتفاق ہے کہ ربیع الاول ۱۶۵ھ میں پیدا ہوئے اور ربیع الثانی ۲۴۱ھ میں فوت ہو گئے۔ ان کی متعدد کتب ہیں: ''مسند احمد'' چالیس ہزار سے زائد حدیثوں پر مشتمل ہے۔ الناسخ والمنسوخ۔ کتاب الزہد - المعرفۃ والتعلیل- الجرح والتعدیل۔ ان کے حالاتِ زندگی کے لئے دیکھیں: الفہرست لابن ندیم ۱/۲۲۹-تاریخ الاسلام للبغدادی، ۴/۴۱۲-۴۳۲-وفیات الاعیان لابن خلکان، ۱/۲۰-۲۱- طبقات الحنابلۃ، ۳/۱۱-حلیۃ الاولیاء ۹/۱۹۱-۲۳۳-تہذیب التہذیب لابن حجر، ۱/۷۲-۷۶-البدایۃ والنہایۃ، ۱/۳۲۵/۳۴۳-شذرات الذہب لابن العماد، ۲/۹۶-۹۸-النجوم الزاہرۃ، ۲/۳۰۴-۳۰۶۔

۱۲۱- یہ کتاب دار الکتب العلمیہ، بیروت سے ۴۸۰ صفحات میں ۱۴۱۴ھ-۹۹۴م میں شائع ہو چکی ہے۔

۱۲۲- ان کے حالات کے لئے دیکھیں: وفیات الأعیان، ابن خلکان، ۱/۵۷۴-۵۷۵-البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ۱۰، ۲۰۲-۲۰۳-لسان المیزان، ۵/ ۱۲۱-۱۲۲، معجم المؤلفین، ۹/۲۰۲-

۱۲۳- یہ کتاب مطبعہ اسلامی سے ۱۹۱۱م میں شائع ہوئی ہے۔ اس کا ترجمہ محمد صغیر الدین نے کیا ہے۔ جو کراچی سے شائع ہوا ہے۔

۱۲۴- ان کا پورا نام، علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی (۷۳۵-۸۰۷ھ) ہے۔ حالات کے لئے دیکھیں: الأعلام، زرکلی، ۶/ ۲۹۵۔

۱۲۵- یہ کتاب حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزی کی کتاب: تھذیب الکمال فی اسماء الرجال'' کے حاشیے پر دار الفکر، بیروت سے ۱۴۱۴ھ-۱۹۹۴م میں طبع ہو چکی ہے۔

۱۲۶- یہ کتاب ایک جلد میں ڈاکٹر عبدالمعطی قلعجی کی توثیق وتخریج احادیث وتعلیق کے ساتھ دارالکتب العلمیہ، بیروت سے (طبع اوّل) ۱۴۰۵ھ-۱۹۸۴م میں شائع ہوچکی ہے۔

۱۲۷- ان کے لئے حالات دیکھیں: تہذیب التھذیب، ابن حجر، ۵/ ۲۲۹-۲۳۱- شذرات الذھب، ۲/ ۱۴۱۔

۱۲۸- یہ کتاب (۹) متوط جلدوں میں مطبعہ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن، ہندوستان سے ۱۴۰۳ھ-۱۹۸۳م میں شائع ہوچکی ہے۔

۱۲۹- ان کے حالات کے لئے دیکھیں: لسان المیزان، ابن حجر، ۴/ ۳۲۶- وشذرات الذھب، ۳/ ۱۶۔

۱۳۰- یہ کتاب صبحی السامرائی کی تحقیق کے ساتھ دارالسلفیہ، کویت سے پہلی مرتبہ ۱۴۰۴ھ-۱۹۸۴م میں ایک جلد میں شائع ہوچکی ہے۔

۱۳۲- حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیں: شذرات الذھب، ۳/ ۱۱۷۔

۱۳۳- اصول التخریج، ص: ۲۰۱۔

۱۳۴- حالات کے لئے دیکھیں: وفیات الأعیان، ابن خلکان، ۱/ ۵۷۶-۵۷۷- الکامل فی التاریخ ابن الأثیر، ۷/ ۹۷- البدایۃ والنھایۃ، ابن کثیر، ۱۱/ ۲۴-۲۸- تہذیب التھذیب، ابن حجر، ۹/ ۴۷-۵۵- شذرات الذھب، ۲/ ۱۳۰-۱۳۲۔

۱۳۵- یہ کتاب اور امام نسائی کی کتاب: ''الضعفاء والمتروکین'' امام بخاری کی کتاب: ''التاریخ الصغیر'' کے حاشیے پر دو جلدوں میں ''المکتبہ الأثریہ'' سانگلہ ہل، ضلع شیخوپورہ سے شائع ہوچکی ہے (اس پر سن طبع درج نہیں ہے)۔

۱۳۶- الرسالۃ المستطرفۃ، ص: ۱۹۰۔

۱۳۷- ان کے حالات کے لئے دیکھیں: تذکرۃ الحفاظ، ذہبی، ۳/ ۵۰-شذرات الذھب ۲/ ۲۹۵۔

۱۳۸- اصول التخریج، ص: ۲۰۱۔

۱۳۹- ان کا ذکر پہلے حاشیہ نمبر ۱۲۹ پر گذر چکا ہے۔

۱۴۰- اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن یحیٰی مختار غراوی کی تحقیق کے ساتھ ''دارالفکر، بیروت، لبنان سے ۱۹۸۸م میں آٹھ ضخیم جلدوں میں شائع ہوچکا ہے۔ جبکہ طبع اوّل کی تحقیق سہیل زکاء نے کی تھی۔

۱۴۱- ان کے حالات کے لئے دیکھیں: شذرات الذھب، ابن العماد الحنبلی، ۳/ ۵۱۔

۱۴۲- یہ کتاب چار جلدوں میں ''المکتبہ الأثریہ'' سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ سے شائع ہو چکی ہے۔

۱۴۳- علامہ ذہبی کا ذکر پہلے حاشیہ نمبر ۱۴ پر گذر چکا ہے۔

۱۴۴- مقدمہ لسان المیزان، ۱/ ۴۔

۱۴۵- یہ کتاب دو جلدوں میں ڈاکٹر نور الدین عتر۔ پروفیسر جامعہ دمشق، مکتبہ الشرعیہ کی تحقیق کے ساتھ (غالبًا) دمشق سے شائع ہو چکی ہے۔ اس پر سن طبع درج نہیں ہے۔

۱۴۶- یہ کتاب دار الفکر، بیروت سے مع فہارس آٹھ جلدوں میں - بغیر سن طبع - شائع ہو چکی ہے۔

۱۴۷- ابن حجر کا ذکر حاشیہ نمبر ۳۷ پر گذر چکا ہے۔

۱۴۸- ان کا ذکر حاشیہ نمبر ۱۴ پر گذر چکا ہے۔

۱۴۹- اس کتاب کا ذکر حاشیہ نمبر ۱۴۲ پر گذر چکا ہے۔

۱۵۰- لسان المیزان (مقدمہ) ۱/ ۴۔

۱۵۱- سابق مرجع ۶/ ۸۶۶۔

۱۵۲- یہ کتاب مطبعہ المعارف، بغداد سے کوریس کی تحقیق کے ساتھ ۱۹۶۷م میں شائع ہو چکی ہے، اصول التخریج، ص: ۲۰۵۔

۱۵۳- ان کے حالات کے لئے دیکھیں: تذکرۃ الحفاظ، ذہبی ۲/ ۲۱۲- لسان المیزان، ۱/ ۳۸۸- کشف الظنون ۳۰۹- ایضاح المکنون، بغدادی ۱/ ۲۱۸- ۲۱۰- معجم المؤلفین ۲/ ۱۲۳-

۱۵۴- یہ کتاب ''الدار التونسیہ'' سے علی الشابی اور نعیم حسن الیافی کی تحقیق کے ساتھ ۱۹۶۸م شائع ہو چکی ہے، اصول التخریج ص: ۲۰۵۔

۱۵۵- شذرات الذھب، ۲/ ۳۳۴۔

۱۵۶- سابق مرجع ۳/ ۲۴۳- ۲۴۴- معجم المؤلفین ۲/ ۱۲۳- ۱۲۴۔

۱۵۷- یہ کتاب مطالع الاصلاح ''حماۃ'' سے طاہر النعسانی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔ اصول التخریج ص: ۲۰۶-

۱۵۸- اس کے مختصر حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیں: شذرات الذھب، ۲/ ۳۳۷۔

۱۵۹- یہ کتاب مطبعہ الترقی سے سعید افغانی کی تحقیق کے ساتھ مجمع العلمی العربی، دمشق سے ۱۳۹۹ھ- ۱۹۵۰م میں شائع ہو چکی ہے۔ اصول التخریج ص: ۲۰۶۔

۱۶۰- معجم المؤلفین، ۵/ ۸۱۔

۱۶۱- یہ کتاب لندن سے ۱۹۳۴ء میں دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ حیدر آباد دکن ہند سے بھی طبع ہوئی ہے۔

۱۶۲- ان کے حالات کے لئے دیکھیں: شذرات الذھب، ۳/ ۲۴۵-الاعلام زرکلی، ۱/ ۳۵۷۔

۱۶۳- یہ کتاب دائرہ المعارف العثمانیہ ہند سے عبدالرحمن معلمی کی تحقیق کے ساتھ ۱۳۹۹ھ-۱۹۵۰م میں شائع ہو چکی ہے۔ اصول التخریج ص: ۲۰۶۔

۱۶۴- شذرات الذھب ۳/ ۲۳۱-معجم المؤلفین ۴/ ۲۸۲۔

۱۶۵- یہ کتاب متعدد مرتبہ طبع ہو چکی ہے۔ دار الکتب العلمیہ، بیروت سے چودہ جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔

۱۶۶- ان کے حالات کے لئے دیکھیں: وفیات الاعیان، ابن خلکان، ۱/ ۳۲-۳۳-المنتظم، ابن الجوزی ۱۴/ ۱۲۹- ۱۳۵-النجوم الزھراۃ ۵/ ۸۷-۸۸-البدایۃ والنھایۃ، ابن کثیر ۱۲/ ۱۰۱-۱۰۳-الکامل فی التاریخ، ابن الأثیر ۱۰/ ۶۸۔

۱۶۷- الدبیثی کے حالات کے لئے دیکھیں: شذرات الذھب، لابن العماد ۵/ ۱۸۶-۱۸۵-تذکرۃ الحفاظ، ذہبی ۴/ ۲۰۰-۹۹۔معجم المؤلفین ۱۰/ ۴۰۔

۱۶۸- ابوسعید سمعانی کے حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیں: النجوم الزاھرۃ ۵/ ۳۷۸-معجم المؤلفین ۶/ ۴۔

۱۶۹- ابن النجار کے حالات کے لئے دیکھیں: شذرات الذھب ۵/ ۲۶-۲۲۶۔

۱۷۰- ان کے حالات کے لئے دیکھیں: الدرر الکامنۃ، ابن حجر ۱/ ۱۰۸-کشف الظنون ۲۰۱۸-۲۰۲۰، حسن المحاضرۃ ۱/ ۳-۲۰۲۔

۱۷۱- رافعی کے حالات کے لئے دیکھیں: النجوم الزاھرۃ، ابن تغری بردی ۶/ ۲۶۶۔

۱۷۲- ابن العدیم کے لئے ملاحظہ فرمائیں: النجوم الزاھرۃ ۶/ ۲۱۰-۲۰۸